سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2016

سوموار،8-فروری2016

(یوم الاثنین،28-ربیع الثانی1437ھ)

سولہویں اسمبلی:انیسواں اجلاس

جلد 19:شمارہ 7

633

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ 8-فروری 2016

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ مواصلات و تعمیرات)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

عام بحث

زراعت اور گنے کے کاشتکاروں کی شکایات پر عام بحث

ایک وزیر زراعت اور گنے کے کاشتکاروں کی شکایات پر عام بحث شروع کرنے کی تحریک پیش کریں گے۔

635

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا انیسواں اجلاس

سوموار، 8-فروری 2016

(یوم الاثنین، 28-ربیع الثانی 1437ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 40 منٹ پر زیر صدارت جناب **سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔**

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ
اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ
فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

سورة حٰمٓ السجدة آیات 33 تا 36

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں (33) اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے (34) اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں (35) اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ بے شک وہ سنتا جانتا ہے (36)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

دلوں سے غم مٹاتا ہے محمد نام ایسا ہے
نگر اُجڑے بساتا ہے محمد نام ایسا ہے
محبت کے کنول کھلتے ہیں ان کو یاد کرنے سے
بڑی خوشبوئیں لاتا ہے محمد نام ایسا ہے
انہی کے نام سے پائی فقیروں نے شہنشاہی
خدا سے بھی ملاتا ہے محمد نام ایسا ہے
میں فخری فکر دنیا آخرت سب بھول جاتا ہوں
مجھے جب یاد آتا ہے محمد نام ایسا ہے

تعزیت

سابق ممبر اسمبلی و ڈپٹی چیئر مین سینیٹ ملک محمد علی

کی وفات پر دعائے مغفرت

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ملک محمد علی صاحب ہمارے اس معزز ایوان کے ممبر بھی رہ چکے ہیں اور ڈپٹی چیئر مین سینیٹ بھی رہ چکے ہیں جو اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں ہمارے معزز ممبر ملک محمد احمد خان کے والد محترم (مرحوم) کے لئے ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے لہٰذا اُن کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر سابق ایم پی اے و ڈپٹی چیئر مین سینیٹ ملک محمد علی
کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

سوالات

(محکمہ مواصلات و تعمیرات)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ مواصلات و تعمیرات سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور اُن کے جوابات دیئے جائیں گے۔میڈیا کے کچھ صاحبان واک آؤٹ کر گئے ہیں تو میرے خیال میں وہ واپس تشریف لے آئیں کیونکہ جب لاء منسٹر صاحب آئیں گے تو ہم اُن سے پوچھ لیں گے کہ اس پر کیا پیشرفت ہوئی ہے؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! سٹی 42 پر کل جو حملہ ہوا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آزادی صحافت پر حملہ ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں وزیر اعلیٰ کی طرف سے notice لے لیا گیا ہے جو مجھے پتا چلا ہے۔اب بہتر ہے کہ اس پر لاء منسٹر صاحب progress بتائیں گے۔آگے آپ کی مرضی ہے۔جناب شیر علی خان اور ایک صاحب ادھر سے جائیں اور میڈیا کے تمام حضرات کو لے کر آئیں۔ایسی کوئی بات نہیں ہے اُن کو انشاء اللہ تعالیٰ انصاف ملے گا۔

(اس مرحلہ پر وزیر معدنیات و کانکنی جناب شیر علی خان اور محترمہ سعدیہ سہیل رانا صحافی حضرات کو منانے کے لئے گئے)

جناب سپیکر: جی، پہلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔ سوال نمبر بولیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2228 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب اسمبلی کی نئی عمارت میں ہال کی فوری تعمیر کی تفصیلات

*2228: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب اسمبلی کی نئی عمارت پر اب تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے نیز اس کو مکمل کرنے کے لئے مزید کتنی رقم درکار ہے؟

(ب) کیا حکومت صرف اسمبلی ہال کی تکمیل کو فوری ممکن بنانے کے لئے اس مالی سال میں رقم فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ کم از کم اجلاس مناسب طریقہ سے ہو سکے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) نئی پنجاب اسمبلی بلڈنگ ADP کی دو سکیموں پر مشتمل ہے

i۔ ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ۔ جس کا تخمینہ لاگت 1470.196 ملین روپے ہے۔ ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ پر اس وقت 942.632 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں جو کہ تخمینہ لاگت کا 64 فیصد بنتا ہے۔

ii۔ ایکسٹینشن آف پنجاب اسمبلی بلڈنگ۔ جس کا تخمینہ لاگت 1053.195 ملین روپے ہے۔ ایکسٹینشن آف پنجاب اسمبلی بلڈنگ پر اس وقت 438.431 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں جو کہ تخمینہ لاگت کا 42 فیصد بنتا ہے۔ ان دونوں سکیموں کا کل تخمینہ لاگت 2523.391 ملین روپے ہے جس میں سے 1381.363 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ جو کہ 55 فیصد بنتا ہے۔

مالی سال 16-2015 کی ADP میں اسمبلی بلڈنگز کے لئے صرف مندرجہ ذیل فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔

ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ	200.000 ملین روپے
ایکسٹینشن اسمبلی بلڈنگ	200.000 ملین روپے

اور ان دونوں بلڈنگز کو مکمل کرنے کے لئے 742.028 ملین روپے مزید درکار ہیں۔

(ب) موجودہ مالی سال کے فنڈز استعمال ہونے پر محکمہ پی اینڈ ڈی نے کام مکمل کرنے کے لئے مزید رقم فراہم کرنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اللہ کا شکر ہے کہ اسمبلی کی طرف سے بار بار سوال اٹھانے کے نتیجہ میں چیف منسٹر صاحب نے کچھ فنڈز فراہم کئے ہیں۔ منسٹر صاحب نے جز (الف) میں جواب دیا ہے کہ مالی سال 2015-16 میں ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ کے لئے 200 ملین روپے اور extension اسمبلی بلڈنگ کے لئے 200 ملین روپے فراہم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح جز (ب) میں انہوں نے کہا ہے کہ محکمہ پی اینڈ ڈی نے کام مکمل کرنے کے لئے مزید رقم فراہم کرنے کی موجودہ مالی سال ہی میں یقین دہانی کروائی ہے۔ میں اِن سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دو دو سو ملین روپے جو دونوں components کے لئے فراہم کئے گئے تھے اِن میں سے کتنی رقم اب تک خرچ ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئر نگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! شکریہ۔ ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ اور extension اسمبلی بلڈنگ کے لئے 2015-16 میں دو دو سو ملین روپے کی allocation ہوئی ہے۔ میں expenses بتانے سے پہلے اس بات کا بھی اظہار کروں گا کہ اب گورنمنٹ کی طرف سے اس میں کوئی restriction نہیں ہے۔ جس طرح جواب میں دیا گیا ہے کہ جوں جوں خرچ ہوتا جائے گا پی اینڈ ڈی کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں آئے گا بلکہ رقم فراہم ہو گی۔ ابھی تک ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ کی مد میں اخراجات 28.47 ملین ہوئے ہیں اور extension اسمبلی بلڈنگ کے against 36 million ہوئے ہیں۔ اخراجات اس سے زیادہ ہونے چاہئیں تھے لیکن جس طرح سپیکر صاحب بھی بخوبی واقف ہیں کہ سکیورٹی reasons کی وجہ سے کام میں اب بار بار رکاوٹ پڑ رہی ہے۔ جیسا کہ ابھی بھی جب سے اجلاس شروع ہوا ہے کام کو روک دیا گیا ہے۔ اس میں سپیکر صاحب اپنی efforts اور توانائیاں صرف کر رہے ہیں کہ کام کو جلد از جلد complete کرنے کی کوشش کی جائے لیکن زیادہ problem آج کل سکیورٹی issue کی وجہ سے آ رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! اجلاس کے فوری بعد آپ کام کو مزید expedite کروائیں۔ جی، شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہاں اورنج ٹرین اب زیر تعمیر ہے جس کے اوپر چوبیس گھنٹے کام ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میری بات سنیں۔ اورنج ٹرین کا مسئلہ اور ہے اور اسمبلی کا مسئلہ اور ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میری گزارش تو سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح اورنج ٹرین پر کام ہو رہا ہے---

جناب سپیکر: جب اُس کا ٹائم آئے گا تو ضرور بات کیجئے گا اُس کا بھی جواب مل جائے گا لیکن ابھی سوال کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ چوبیس گھنٹے اورنج ٹرین پر کام ہو رہا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ دن کے وقت ہمارا اجلاس ہوتا ہے تو سکیورٹی reasons ہیں اور دوسرے مسائل ہیں تو رات کو کام کروالیا جائے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میں یہاں آپ کو ٹوکتا ہوں۔ آپ میری بات سنیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا---

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس پر مکمل طور پر غور و خوض کیا گیا ہے۔ میری اور ڈپٹی سپیکر صاحب کی موجودگی میں ہم نے ہر طرف سے دیکھ کر for the time being کام بند کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ جب تک اجلاس ہو گا تب تک کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے---

جناب سپیکر: جی، آپ ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ہمارا رات کو اجلاس نہیں ہوتا۔ میں اورنج ٹرین کا نام نہیں لیتا لیکن جس طرح کئی پراجیکٹس پر اگر چوبیس گھنٹے کام ہوتا ہے تو ان بلڈنگز پر بھی کام ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ august House ہے اور بڑا اہم منصوبہ ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جب تک آپ کا اسمبلی اجلاس ہے اُس وقت تک اس بلڈنگ میں قطعاً کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: چلیں، ٹھیک ہے کیونکہ یہ آپ کی Ruling ہے۔ میرا اگلا ضمنی سوال یہ ہے کہ اجلاس کے بعد کیا چوبیس گھنٹے تین شفٹوں میں کام کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میں چوبیس گھنٹے کا نہیں کہتا لیکن میں کام کی speed خود بھی تیز کروانا چاہتا ہوں۔ میں محکمہ سے بھی یہ کہتا ہوں کہ اس کو expedite کیا جائے۔ اگر دن اور رات میں بھی کام ہو سکتا ہے تو ضرور کروانا چاہئے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! منسٹر صاحب اس پر یقین دہانی کروادیں۔

جناب سپیکر: میں نے اُن کو "اگر" کہا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! آپ کسی "رپھڑ" میں نہ ڈالیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! آپ مہربانی کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: منسٹر صاحب یقین دہانی کروائیں کہ اس اجلاس کے بعد ہم انشاء اللہ چوبیس گھنٹے کام کر کے مکمل کریں گے۔

جناب سپیکر: میں چوبیس گھنٹے کی بات نہیں کر رہا لیکن اگر ہو سکے تو دو شفٹوں میں ضرور کر لیا جائے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جیسے اورنج ٹرین ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ بھی ضرور آئے گی۔ اُس کا جواب بھی ضرور لیں گے جب جواب دینے والے یہاں ہوں گے۔ شاہ صاحب! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال نمبر 2430 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ کی تعمیر و دیگر تفصیلات

*2430: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ آخری مرتبہ کب تعمیر کی گئی تھی، اس کے بعد کتنے خرچ سے کتنی مرتبہ اس کی مرمت کی گئی، الگ الگ تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ یہ سڑک بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ خصوصاً موضع تتلے عالی کے قریب سڑک میں بڑے بڑے گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔ تمام سڑک پر اور خصوصاً تتلے عالی کے قریب کے سڑک کا آخری پیچ ورک کب اور کتنے خرچ سے کیا گیا۔ کیا اس علاقے میں نکاسی کے لئے سڑک پر ڈرین بھی تعمیر کی گئی؟

(ج) کیا حکومت فیصل آباد لاہور کی طرز پر BOT کی بنیاد پر شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ کی تعمیر نئے سرے سے کرنے کو تیار ہے اگر BOT کی بنیاد پر اس سڑک کی مکمل تعمیر نو ممکن نہیں تو اس سڑک کو کب تک نئے سرے سے تعمیر کیا جائے گا؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) ضلع شیخوپورہ میں پہلے 4.00 کلو میٹر سڑک کو سال 13-2012 میں دو رویہ کر دیا گیا تھا جبکہ باقی سڑک مختلف مراحل میں 15 سے 20 سال پہلے مکمل ہوئی۔ سڑک ہذا پر سالانہ مرمت کی مد میں ہونے والے خرچ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

سال	سالانہ مرمت	خصوصی مرمت	ریسر فیسنگ
2012-13	--	4.880 ملین	8.380 ملین
2013-14	0.375 ملین	--	--
2014-15	0.327 ملین	0.105 ملین	--
2015-16	--	--	--

(ب) سالانہ مرمت کے ذریعے سڑک کو درست حالت میں رکھا گیا ہے۔ تتلے عالی ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ اڈا تتلے عالی میں 11-2010 میں 0.409 ملین روپے کی رقم سے خصوصی مرمت کا کام کیا گیا تھا۔ اب یہاں سڑک کی حالت بہتر ہے۔ اس علاقہ میں نکاسی کے لئے سڑک پر ڈرین منظور نہیں تھی اور نہ ہی بنائی گئی۔

(ج) گوجرانوالہ شیخوپورہ روڈ کو PPP کی بنیاد پر دو رویہ کرنے کے لئے فزیبلسٹی سٹڈی کا PC-II (تخمینہ 38.689 ملین روپے) سالانہ ترقیاتی پروگرام 15-2014 میں جنرل سیریل نمبر 1377 پر شامل کر لیا گیا تھا۔ اس مقصد کے لئے 15-2014 کے لئے 25.00 ملین روپے مختص کئے تھے۔ فزیبلسٹی سٹڈی اور Transaction/Technical Advisory Services کے لئے M/S "EA Consulting Pvt.Ltd کو پری کوالیفائی کر لیا گیا ہے جو اس پر کام کر رہا ہے۔ اس مد میں اب تک 12.159 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ یہ سکیم ADP 2015-16 میں سیریل نمبر 2160 پر شامل ہے اس کے لئے موجودہ

مالی سال میں 15.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ تکنیکی مراحل سے گزرنے اور مطلوبہ فنڈز ملنے کے بعد اس مالی سال 16-2015 میں مذکورہ سڑک کو دورویہ کرنے کا کام شروع ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے جس سڑک کے بارے میں سوال کیا ہے اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ 13-2012 میں خصوصی مرمت کے لئے 4.880 ملین روپے اور resurfacing کے لئے 8.380 ملین روپے خرچ کئے گئے۔ اسی طرح 14-2013 اور 15-2014 میں خرچ کئے تھے۔ جب 16-2015 ختم ہو گا تو بعد میں جب ضمنی بجٹ پیش ہو گا تو پھر اُس کے اوپر انگوٹھا لگانا پڑے گا کہ اس پر اتنے ملین روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ نکاسی آب کے لئے سڑک پر ڈرین منظور نہیں کی جاتی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ پانی ہی سڑکوں کی تباہی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس سڑک کا جب پورا layout بنا تو اُس میں نکاسی آب کے لئے provision کیوں نہیں رکھی گئی، مجھے اس کا جواب دیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! ان کا argument بالکل valid ہے کیونکہ سڑکیں basically پانی کی وجہ سے ہی خراب ہوتی ہیں اور definitely اس پر ڈرین ہونی چاہئے تھی۔ یہ بہت پرانی سڑک ہے اور جس وقت اس کی initial designing ہوئی تھی شاید اُس وقت built up area کی یہ صورتحال نہیں ہو گی جو ابھی ہے۔ اس بات سے مجھے بالکل اتفاق ہے کہ initially یہ بہت پرانی بات ہے جو built up area نہیں ہو گا لیکن یہاں پر ڈرین ہونی چاہئے۔ میں نے اس کا پتا بھی کروایا ہے اور اس کی وجہ سے وہاں نقصان بھی ہوتا ہے لیکن چونکہ اب یہ سڑک PPP mode پر ہم نے بھیج دی ہے اور اس پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو اس بات کی یقین دہانی کراتا ہوں کہ اگر اس مالی سال تک PPP mode کے ذریعے یہ کسی نتیجے تک نہ پہنچی تو پھر ہم اگلے مالی سال میں تتلے عالی اڈے کا مسئلہ کسی اور Head سے انشاء اللہ حل کرانے کی پوری کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر: میں ذرا منسٹر صاحب سے ایک بات کر لوں۔ منسٹر صاحب! جب اجلاس ختم ہو گا تو اس کے بعد آپ اور محکمہ کے صاحبان سے میں علیحدگی میں دو منٹ بات کرنا چاہوں گا لیکن ایوان کا ٹائم میں نہیں لوں گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! آپ علیحدگی میں بات نہ کریں کیونکہ اس سے پھر کام مشکوک ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، میں نے اپنے دفتر میں اُن کو بلایا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لودھراں سے خانیوال سیکشن بہت عرصہ سے single ہے اور بڑے accident ہوتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق پنجاب گورنمنٹ نے اس کو take over کر لیا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس کو دورویہ کرنے کے لئے کوئی منصوبہ بندی ہو رہی ہے یا کب تک ہو گی؟ منسٹر صاحب مہربانی کر کے ایسے ہی بتا دیں۔

جناب سپیکر: کیا نیا سوال بنتا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب زیادتی کر رہے ہیں کیونکہ یہ بالکل fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، کوئی بات نہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! اگر یہ privately پوچھیں گے تو اس کی انفارمیشن provide کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال محترمہ حنا پرویز بٹ صاحبہ کا ہے۔

MIAN MUHAMMAD ASLAM IQBAL: On her behalf.

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! سوال نمبر 1897 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے محترمہ حنا پرویز بٹ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: آپ کافی دنوں کے بعد تشریف لائے ہیں جس کے لئے آپ کو welcome کرتے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: بہت شکریہ۔ جیسے آپ کا حکم ہے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: ٹھوکر نیاز بیگ تا چوبرجی روڈ کی توسیع و دیگر تفصیلات

*1897: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے ملتان روڈ لاہور ٹھوکر نیاز بیگ تا چوبرجی روڈ کی دونوں جانب توسیع کرنے کا پراجیکٹ شروع کیا تھا جن کو دو فیزوں میں بنانا تھا اس پر دونوں اطراف کتنی کتنی توسیع کی گئی؟

(ب) دونوں فیزوں کی تعمیر پر کتنا وقت لگا اور کتنی لاگت آئی، دونوں فیزوں کی الگ الگ تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹھوکر نیاز بیگ سے سوڈیوال تک تو دونوں اطراف سے سڑک کو وسیع کر دیا گیا لیکن سوڈیوال تا چوبرجی تک توسیع نہ کرنے کی وجہ بتائی جائے؟

(د) کیا حکومت سوڈیوال تا چوبرجی روڈ کی توسیع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے ملتان روڈ لاہور کی دونوں جانب توسیع کا پراجیکٹ شروع کیا تھا جس کو فیز۔2 میں مکمل کیا گیا۔ ٹھوکر نیاز بیگ تا سکیم موڑ (فیز۔I) کی لمبائی 7.7 کلو میٹر ہے جبکہ سکیم موڑ تا چوک چوبرجی (فیز۔II) کی لمبائی 3.5 کلو میٹر ہے۔ فیز۔I کی تعمیر و توسیع لاہور رنگ روڈ اتھارٹی کی زیر نگرانی کی گئی جبکہ فیز۔II کی تعمیر محکمہ ہائی وے پنجاب کی زیر نگرانی سر انجام پائی۔ پہلے مرحلے میں (ٹھوکر نیاز بیگ تا سکیم موڑ) تک سڑک ہذا کی کشادگی اوسطاً 5 سے 35 فٹ (1.52 میٹر سے 10.67 میٹر) (زمین کی دستیابی اور ڈیزائن کی ضرورت کے مطابق) توسیع دی گئی جبکہ انٹر سیکشن کو 120 فٹ (36.5 میٹر) تک کھلا کیا گیا اور مناسب جگہوں پر پارکنگ فراہم کی گئی جبکہ دوسرے حصے میں سکیم موڑ تا بسطامی روڈ (1.24 کلو میٹر) کی توسیع 29.5 فٹ سے 38.5 فٹ (9 میٹر سے 11.80 میٹر) تک دونوں اطراف کی گئی ہے جبکہ بسطامی روڈ سے چوک چوبرجی (لمبائی 2.26 کلو میٹر) تک لینڈ ایکوزیشن کے نوٹیفکیشن 6(4)17 کی منظوری نہ ہونے کے سبب کوئی توسیع نہ کی گئی بلکہ صرف پہلے سے تعمیر شدہ سڑک کو کارپٹنگ اور rehabilitate کیا گیا۔

(ب) پہلے مرحلے میں (ٹھوکر نیاز بیگ تا سکیم موڑ) کی تعمیر مالی سال 10-2009 (اکتوبر 2009) میں شروع ہو کر مالی سال 12-2011 (ستمبر 2011) میں مکمل ہو چکی ہے جس کی لاگت 2136 ملین روپے ہے جبکہ دوسرے مرحلے (فیز-II) کا سکیم موڑ تا بسطامی روڈ (سوڈیوال) تک کی تعمیر اکتوبر 2012 کو شروع کی گئی اور تقریباً 8 ماہ کے عرصہ میں 743 ملین روپے کی لاگت سے تعمیر مکمل کر لی گئی۔

(ج) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ٹھوکر تا بسطامی روڈ (سوڈیوال) کی توسیع کر دی گئی جبکہ بسطامی روڈ (سوڈیوال) تا چوبرجی کی توسیع MTS (میٹرو بس سروس) پراجیکٹ کی متوقع منظوری کے باعث عارضی طور پر مؤخر کر دی گئی۔ مزید یہ کہ اس سیکشن کی لینڈ ایکوزیشن کے نوٹیفکیشن 6(4)17 کی منظوری بھی نہ ہو سکی۔

(د) لاہور اورنج لائن میٹرو ٹرین سروس کی مجوزہ تعمیر کے باعث فی الوقت اس حصے کی توسیع کا منصوبہ مؤخر ہے۔ لاہور اورنج لائن میٹرو ٹرین سروس کا منصوبہ اب LDA/TEEPA کے زیر کنٹرول ہے منصوبے کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! حکومت پنجاب کے مواصلات و تعمیرات ڈیپارٹمنٹ نے سکیم موڑ تا بسطامی روڈ تک سڑک کو 2136 ملین روپے سے ابھی مکمل کیا ہے۔ اب پھر اُس کو اکھاڑ کر اورنج ٹرین کا راستہ بنایا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے لاہور سے قصور تک سڑک کو بنایا گیا جس کی ایک وزیر اعلیٰ صاحب نے opening کی جبکہ دوسرے وزیر اعلیٰ نے اُس کو اکھاڑ کر میٹرو بس چلانی شروع کر دی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس ایوان کو بتا دیا جائے کہ کتنے ارب روپے کا نقصان اُس سڑک کو اکھاڑنے میں ہوا اور اب اُس کو بنانے کے لئے کتنے ارب روپے لگائے جا رہے ہیں؟

جناب سپیکر: اس کے لئے میرے حساب سے آپ کو fresh question ہی دینا پڑے گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! انہوں نے یہاں پر 2136 ملین روپیہ لکھا ہوا ہے۔ یہ میرے حلقے کا بسطامی روڈ ہے میں اس لحاظ سے پوچھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سوال relevant نہیں ہے چونکہ مواصلات و تعمیرات نے یہ سڑک بنا کر 21-10-2014 کو مکمل کر کے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے حوالے کر دی تھی۔ اب اس کے بعد کی انہوں نے کوئی انفارمیشن لینی ہے تو وہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سے ملے گی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میرا آپ کے توسط سے اس ایوان اور منسٹر صاحب سے سوال یہ ہے۔۔۔

وزیر معدنیات و کانکنی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! ایک منٹ۔ میں ذرا منسٹر صاحب کی بات سن لوں۔

وزیر معدنیات و کانکنی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! آپ کے کہنے پر ہم صحافی بھائیوں کے پاس گئے تھے تو جب لاء منسٹر صاحب آئیں گے تو وہ اُن کے تحفظات کو address کرنے کے لئے اپنی statement دیں گے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کل جو واقعہ ہوا ہے اُس پر گورنمنٹ نے notice لیا ہوا ہے اور انشاء اللہ بہت جلد اُس پر پیشرفت بھی ہو گی۔ صحافی حضرات اب بائیکاٹ ختم کر کے واپس آ گئے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ ایک انتہائی اہم اور حساس مسئلہ ہے۔ خاص طور پر چینل سٹی 42 جس انداز کے ساتھ اہلیان لاہور کی ہر شعبے میں نمائندگی کرتا ہے اور بروقت لوگوں کو اطلاعات پہنچاتا ہے تو اس طرح کے واقعات اب روز کا معمول بن گئے ہیں۔ اب کسی نہ کسی اینکر پرسن یا کسی نہ کسی میڈیا کے دفتر پر اس طرح کے حملے ہو رہے ہیں لہٰذا ان کے دفاتر اور اس طرح کے media houses میں اُن کی سکیورٹی کے لئے حکومت کو proper انتظام کرنا چاہئے۔ بہر حال میں اپوزیشن کے تمام ممبران اور اس ایوان کی طرف سے سٹی 42 کے اوپر حملے کی مذمت بھی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، تمام ہی اس کی مذمت کرتے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! شکریہ۔ ضمنی سوال یہ کرنا ہے کہ جب ایک نئی سڑک بنتی ہے تو اگر ایک عام آدمی اپنی سروسز ڈالنے کے لئے اسے بغیر اجازت کے کھود دے، پہلے تو اسے اجازت نہیں ملتی otherwise اس پر پرچہ ہو جاتا ہے۔ مجھے آپ یہ بتائیں کہ 2136 ملین روپے عوام کے خون پسینے کی کمائی سے سڑک بنائی اور اب اس کو اکھاڑ دیا تو اس کو کس تناظر میں دیکھیں کہ اتنے بڑے پیسے کا جو ضیاع ہوا، پہلے آپ نے قصور روڈ کو اکھاڑا اور اب آپ نے ملتان روڈ کو اکھاڑا، کیا یہ حکومت وژن less ہے، اس کا کوئی وژن نہیں ہے کہ بنی ہوئی سڑکوں کو اکھاڑ دے، جہاں پر پیسے لگنے چاہئیں تھے یعنی ہسپتالوں اور سکولوں میں، آپ ان سڑکوں کو اپنے ذاتی پیٹ کے لئے اور اپنے کمیشن کے لئے اکھاڑتے ہیں اور بناتے ہیں، ایک غریب آدمی پر آپ پرچہ درج کرواتے ہیں تو کون غلط پلاننگ کرنے والوں کے خلاف متعلقہ پرچہ درج کروانے کے آرڈر کرے گا؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں ڈھونڈ رہا ہوں کہ میاں صاحب کا سوال اس سے متعلقہ ہے اور میری request ہو گی کہ عام بحث کے لئے تو یہ سوال ٹھیک ہے لیکن آپ فی الحال اس پراجیکٹ کے متعلق اگر specific سوال ہے تو وہ کریں جس کا میں جواب دوں گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! 2136 ملین روپے جو سکیم موڑ سے بسطامی روڈ پر لگا ہے تو اب آپ نے اسے کس قانون اور قاعدے کے تحت اکھاڑ دیا ہے کیونکہ اسے بنے ہوئے ابھی صرف ایک سال بھی نہیں ہوا؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب یہ اسمبلی بنی تھی، اب آپ یہ کہیں کہ دوسری اسمبلی بلڈنگ کیوں بن رہی ہے، اس وقت کیوں نہیں سوچا گیا کہ اسمبلی کے 500 ممبران ہو سکتے ہیں، may be جب یہ سکیم بنائی گئی تھی تو اس وقت میٹرو ٹرین confute نہیں کر گئی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! خدا کا خوف کھائیں کہ صرف ایک سال ہوا ہے اس سڑک کو بنے ہوئے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ سڑک عوام کے لئے بنائی گئی تھی اور اورنج ٹرین بھی عوام کی سہولت کے لئے بنائی جارہی ہے جبکہ یہ کسی کی ذات کے لئے نہیں بنائی گئی توان کے پیٹ میں کیوں درد ہو رہا ہے اور انشاء اللہ اورنج ٹرین ضرور بنے گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: نہیں، میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ یہ relevant سوال نہیں بنتا۔ رانا صاحب! آپ ایسے نہ کریں اور تشریف رکھیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب دیں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میاں صاحب! آپ relevant سوال تو کریں کیونکہ یہ کوئی سوال نہیں ہے۔ آپ متعلقہ سوال کریں گے تو میں ان سے جواب بھی لوں گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں نے سوال ہی کیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ نے اس سے متعلقہ سوال نہیں کیا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جو 2132 ملین روپے لگایا ہے اس کا جواب دے دیں کہ سڑک کس قانون اور قاعدے کے تحت آپ اکھاڑ رہے ہیں؟

جناب سپیکر: عوام کی ویلفیئر کے لئے انہوں نے یہ پراجیکٹ شروع کیا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! رانا صاحب کو بتائیں کہ اس طرح حکومتی نمائندگی کرنے سے منسٹری ملتی ہے، ٹائی لگانے سے ملتی ہے اور نہ ہی چہرے پر تبدیلی لانے سے ملتی ہے بلکہ منسٹری حق اور سچ کی بات کرنے سے ملتی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! let proceed further now اگلا سوال جناب جمیل حسن خان کا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ یہ متعلقہ سوال نہیں ہے بلکہ آپ fresh question دیں تو میں ان سے جواب لوں گا۔ ایسے ٹھیک نہیں۔ مہربانی آپ کی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب دیں۔

(اس مرحلہ پر پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد)
ایک بار پھر اپنی نشست پر کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر: راناصاحب!آپ کیا کر رہے ہیں؟اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔

چودھری طاہر احمد سندھو(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! رانا ارشد صاحب سے کہیں کہ یہ ماحول کو خراب نہ کریں۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی،آپ تشریف رکھیں۔اگلا سوال جناب جمیل حسن خان کا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! On his behalf

جناب سپیکر: آگے آپ کا سوال ہے؟

جناب امجد علی جاوید: جی،جناب سپیکر! وہ آگے ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔اپنے سوال کا نمبر بولیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! سوال نمبر 2012 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے جناب جمیل حسن خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع ننکانہ صاحب: بچیکی سے مانگٹانوالہ، جڑانوالہ لاہور روڈ کی تعمیر و مرمت کا مسئلہ

*2012: جناب جمیل حسن خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بچیکی سے مانگٹانوالہ اور جڑانوالہ لاہور روڈ کو دو رویہ کیرج وے کو کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر کیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب مذکورہ سڑک ٹوٹ پھوٹ چکی ہے؟

(ج) حکومت کب تک اس سڑک کی تعمیر و مرمت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) یہ درست ہے کہ بچیکی سے مانگٹانوالہ، جڑانوالہ لاہور روڈ کو دو رویہ کیرج وے تعمیر کرنے کے لئے 736.00 ملین روپے لاگت آئی۔

(ب) سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہے۔تاہم بارش سے Earthen Shoulder پر بننے والے گڑھے ساتھ ساتھ مرمت کر دیئے جاتے ہیں

(ج) محکمانہ لیبر کی مدد سے مرمت جاری رہتی ہے خصوصی مرمت کی ضرورت نہ ہے۔اس وقت سڑک تسلی بخش حالت میں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! جز(الف) میں جواب دیا گیا ہے کہ بچیکی سے مانگٹانوالہ، جڑانوالہ لاہور روڈ کو دورویہ کیرج وے تعمیر کرنے کے لئے 736.00 ملین روپے لاگت آئی اور جز(ب) میں جواب ہے کہ سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہے۔تاہم بارش سے Earthen Shoulder پر بننے والے گڑھے ساتھ ساتھ مرمت کر دیئے جاتے ہیں جبکہ جز(ج) میں کہا گیا ہے کہ خصوصی مرمت کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر! میں آج ہی اس سڑک سے گزر کر آیا ہوں، اگر وزیر موصوف مناسب سمجھیں تو اس پر جا کر دیکھیں کہ محکمہ کی طرف سے دیئے گئے جواب کے قریب قریب بھی سڑک کی شکل نہ ہے کیونکہ اس سڑک کی پوری کی پوری اوپر سے لیئر جگہ جگہ سے اکھڑ گئی ہے جو کارپٹ روڈ کی بنائی گئی ہے۔ فیصل آباد سے بچیکی اور مانگٹانوالہ تک پوری سڑک کا ایسا ہی حال ہے اور محکمہ اس حوالے سے جنت کی تصویر پیش کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! اس روڈ پراجیکٹ کی تکمیل مورخہ 10-2008 کی ہے اور میں نے اس پر کافی انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ سے لی ہے اور جو مجھے بتایا گیا کہ اس میں کچھ تھوڑا بہت پیچ ورک کا کام تھا وہ بھی میں نے make sure کیا ہے کہ اس کو ہم ہر حالت میں مکمل کریں لیکن جس طرح معزز ممبر نے اس کی حالت بتائی ہے تو اس کو مزید explore کر لیتے ہیں۔اگر ان کی بات ٹھیک ہوئی تو پھر اس کے مطابق action لیا جائے گا۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! یہ carpeted road ہے اور اس میں patch تو لگنے والے نہیں ہیں کیونکہ پوری کی پوری لیئر ہی اکھڑی ہوئی ہے تو patch کہاں لگنے ہیں؟ منسٹر صاحب خود visit کر لیں یا کوئی کمیٹی بنا دیں جو اسے visit کر کے دیکھ لے۔

جناب سپیکر: اس حوالے سے اجلاس کے بعد میٹنگ کر لیں لیکن میرے خیال میں منسٹر صاحب! اس کو چیک کروائیں اور ہم اس سوال کو pending کرتے ہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں نے جس طرح کہا ہے کہ patch work سے مراد ہے کہ اوپر کی لیئر اگر کہیں disturb تھی تو مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے ٹھیک کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ اس میں کافی خرابی ہے اس لئے آپ خود اسے چیک کروائیں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! اگر کسی کو کسی چیز کی کوالٹی پر کوئی شک ہے تو میں خود بھی حاضر ہوں، ہم کمیٹی بھی بنا دیں گے اور اس کو visit بھی کر لیں گے اور انشاء اللہ اس کو rectify کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر: کمیٹی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرا تو اعتراض یہ ہے کہ یہ اس معزز ایوان کو محکمہ جواب غلط دے رہا ہے اور منسٹر صاحب کے ذریعے ایوان کو misguide کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور وہ اس کا جواب دیں گے کیونکہ ہم نے اس سوال کو pending کر لیا ہے۔ اگلا سوال جناب احمد شاہ کھگہ کا ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! شکریہ۔ میرے سوال کا نمبر 2195 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع پاکپتن: عارف والا پاکپتن مین روڈ کی تعمیر کا معاملہ

*2195: جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) عارف والا پاکپتن مین روڈ کی تعمیر کب شروع ہوئی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سڑک کا بیشتر حصہ ابھی تک مکمل نہیں کیا گیا؟

(ج) کیا حکومت عارف والا تا پاکپتن مین روڈ کا بقیہ حصہ مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئر نگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) عارف والا تا پاکپتن مین روڈ کی تعمیر دو حصوں پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ پاکپتن تا عارف والا۔ کلو میٹر 482.24 تا 498.50=16.26 کلو میٹر۔

2۔ پاکپتن تا عارف والا۔ کلو میٹر 498.50 تا 514.50=16.00 کلو میٹر۔

یہ کام 06.05.09 کو شروع ہوا۔ یہ سڑک منصوبہ 'بنگہ حیات تا پاکپتن عارف والا روڈ" کا حصہ ہے جس کی کل لمبائی 54.27 کلو میٹر ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ اس سڑک کے اس حصہ کی کل لمبائی 32.26 کلو میٹر ہے جس پر کارپٹ بچھا دی گئی ہے۔ یعنی 100 فیصد سڑک ٹریفک کی آمد و رفت کے لئے کھول دی گئی ہے۔

(ج) اس سڑک کے بقیہ حصہ پر کام جاری ہے۔ مکمل فنڈز دستیاب ہونے کی صورت میں اس سڑک کے دونوں گروپس مالی سال 16-2015 میں مکمل کر دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ یہ سڑک مکمل ہو گئی ہے تو میں ایک پوائنٹ عارف والا پاکپتن کے درمیان میں ایک سٹاپ جوڑے رجوائے کا نام لینا چاہتا ہوں تو مہربانی کر کے یہ پتا کروالیں کہ اگر وہاں سڑک مکمل نہ ہو تو کروا دی جائے کیونکہ وہاں ایک چھوٹی سڑک نکلی ہوئی ہے جو پانچ گاؤں کو جاتی ہے اور تقریباً 50 فٹ سڑک رہ گئی ہے جو بنے گی تو مکمل ہو گی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ منسٹر صاحب اس کی یقین دہانی کروا دیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں نے نوٹ کر لی ہے اگر نامکمل ہوئی تو جس طرح انہوں نے نشاندہی کی ہے تو اس کو انشاء اللہ ٹھیک کرواتے ہیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک کلو میٹر سڑک بننے کی duration کیا ہے، کتنی دیر میں بنتی ہے، ایک دن میں یا ایک ہفتے میں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

جناب سپیکر! اب کوئی اور سوال نہیں مل رہا تو مشکل مشکل انجینئرنگ سوال شروع ہو گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اب دیکھنا یہ ہے کہ کس حلقے میں کس جگہ بنانا چاہتے ہیں؟ آیا آپ پہاڑی علاقے میں بنوانا چاہتے ہیں، ادھر بنوانا چاہتے ہیں اور کہاں بنوانا چاہتے ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

جناب سپیکر! میں وہی وضاحت کرنے لگا تھا کہ سڑکوں کی بھی بہت ساری categories ہیں کہ آپ TST road کی بات کر رہے ہیں آپ asphalt کی بات کر رہے ہیں، آپ rigid pavement کی بات کر رہے ہیں، آپ کسی ایسی سڑک کی بات کر رہے ہیں جہاں پر ٹریفک crowd بہت زیادہ ہے اور اس کی مختلف specification ہوتی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ کوئی اور ضمنی سوال کر لیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! یہ میرے ضمنی سوال کا پہلا جز تھا اور اب میں دوسرے جز پر آؤں گا۔ ان کے لکھے ہوئے جواب کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ 32 کلو میٹر پاکپتن تا عارف والا سڑک 16,16 کلو میٹر کی دو رویہ ہے اور اس کی کل لمبائی جو انہوں نے لکھی ہے وہ ہُنگہ حیات تا پاکپتن عارف والا روڈ 54 کلو میٹر اور اس کے اندر 12 کلو میٹر نہیں ہے جو انہوں نے لکھا ہے کہ پورا منصوبہ ہے۔

جناب سپیکر! 2009 میں یہ شروع ہوا تھا 2016 آگیا سات سال ہو گئے ہیں۔ میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کیا 12 کلو میٹر سات سالوں میں بننے ہیں وہ کون سی سڑک ہے جو سات سال میں بنتی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

جناب سپیکر! یہ تو فنڈز کی availability کا مسئلہ ہے چونکہ آپ اس کی allocation بتائیں تو میں آپ کو اس کی سال وار allocation بتا سکتا ہوں جو پی اینڈ ڈی نے دی ہے۔ 09-2008 میں 200 ملین تھا، 10-2009 میں 125 ملین تھا۔ 2010 میں 258 ملین تھا۔ جس جس طرح allocation ہوتی گئی، فنڈز release ہوتے گئے اُس سال میں اتنا expense بھی رکھا گیا تو آپ کی بات ٹھیک ہے،

problem ہے۔ڈیپارٹمنٹ کو جو allocations ملی،ڈیپارٹمنٹ نے اُس پر سو فیصد رزلٹ اُس financial year میں دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی،سردار صاحب!

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال ہے اس کے جواب جز(ج) میں لکھا ہوا ہے اس سڑک کے بقیہ حصہ پر کام جاری ہے مکمل فنڈز دستیاب ہونے کی صورت میں اس سڑک کے دونوں گروپس 16-2015 میں مکمل کر دیئے جائیں گے۔ میرا اس میں سوال یہ ہے کہ یہ جو دونوں گروپس ہیں ان سے کیا مطلب ہے کیونکہ ایک طرف تو جواب میں لکھا گیا ہے کہ یہ مکمل ہو گئی ہے اور ٹریفک کے لئے کھول دی گئی ہے جبکہ 12 کلو میٹر کا کوئی جواب نہیں ہے تو یہ دونوں گروپس کیا ہیں جس میں ابھی بھی کام رہتا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! یہ جو روڈ ہے اس کا آپ title پڑھیں گے تو یہ بڑے پراجیکٹس ہیں اور اس میں سوال کیا گیا ہے کہ عارف والا تا پاکپتن روڈ جبکہ یہ جو ٹوٹل پراجیکٹ ہے اُس میں بنگہ حیات بھی شامل تھا۔ ہم نے اس سوال کی حد تک بتا دیا ہے کہ سو فیصد ٹریفک کے لئے یہ مکمل کھولی ہوئی ہے یہ جو re-lining portion ہے اُس کی detail اس لئے نہیں بتائی گئی چونکہ وہ اس سوال کے ساتھ relevant نہیں تھا۔ یہ ٹوٹل پاکپتن، عارف والا، بُنگہ حیات روڈ ہے لیکن سوال specific 36 کلو میٹر کے بارے میں تھا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ جی، اگلا سوال بھی جناب احمد شاہ کھگہ آپ کا ہی ہے سوال نمبر بولیں۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 2197 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ساہیوال پاکپتن مین روڈ کی تعمیر و دیگر تفصیلات

*2197: **جناب احمد شاہ کھگہ:** کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ساہیوال پاکپتن مین روڈ کی تعمیر کس سال شروع ہوئی؟

(ب) اس روڈ کے لئے کتنا بجٹ مختص کیا گیا تھا؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس روڈ کی تعمیر کے لئے مختص شدہ بجٹ exceed ہوا اگر ہاں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ کئی سال گزرنے کے باوجود اس روڈ کے بیشتر حصہ کی تعمیر ابھی تک مکمل نہیں ہوئی؟

(ہ) ساہیوال پاکپتن روڈ کا باقی ماندہ حصہ کب تک تعمیر ہو جائے گا نیز کیا حکومت وقت پر کام مکمل نہ کرنے والے ذمہ داران کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) ساہیوال پاکپتن روڈ کی تعمیر مورخہ 08-12-29 کو شروع ہوئی۔

(ب) اس سڑک کی ابتدائی administrative approval مورخہ 2008-08-17 کو منظور ہوئی۔ جس کا تخمینہ لاگت 759.799 ملین روپے 35.93 کلومیٹر کے لئے تھا اور سڑک کو '20 سے '24 فٹ کشادہ کرنا تھا۔

(ج) اس سڑک کا بجٹ نہ بڑھا ہے، سڑک کا scope of work تبدیل ہوا تھا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے عوام کے پُرزور مطالبہ پر مورخہ 09-02-13 کو بذریعہ چٹھی نمبر AS(Regu)/CMS09/OT-04/A/22179 سڑک کو '24 فٹ کی بجائے '48 فٹ (دورویہ) کرنے کی منظوری دی اور اس کی لمبائی 35.93 کلومیٹر کی بجائے 40.43 کلومیٹر پاکپتن کے مین چوک واقع دہلی ملتان روڈ تک کر دی اور ان وجوہات کی بناء پر عوام کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید بجٹ منظور کر دیا۔ اس سڑک کی administrative approval کو revise کیا گیا جو کہ بذریعہ چٹھی نمبر CWD-No.SOH-II(C&W) 3-5/2012(Sahiwal) مورخہ 14-10-17 بڑھ کر 1504.808 ملین روپے ہو گیا۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ سڑک کی تعمیر 40.43 کلومیٹر منظور ہو چکی تھی جو کہ مکمل ہو چکی ہے اور تمام سڑک مکمل طور پر ٹریفک کی آمدورفت کے لئے کھول دی گئی ہے۔

(ہ) اس سڑک کا کوئی حصہ نامکمل نہ ہے۔ تمام سڑک تکمیل کے بعد ٹریفک کے استعمال میں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! یہ سڑک مکمل کر دی گئی ہے جو جواب انہوں نے دیا ہے میں اس سے مطمئن ہوں اور منسٹر صاحب سے میری دوبارہ گزارش ہے کہ جو میرا پہلے والا ضمنی سوال ہے اُس کی تسلی کروالیں اُس میں تھوڑا سا کام رہ گیا ہے باقی مکمل ہے۔ مہربانی۔

جناب سپیکر: وہ مطمئن ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ جی، اگلا سوال جناب محمد یعقوب ندیم سیٹھی کا ہے وہ موجود ہیں۔

(اذان عصر)

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! On his behalf

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر بولیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! سوال نمبر 2741 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے محمد یعقوب ندیم سیٹھی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیروزپور روڈ گجومتہ تا قصور کی تعمیر و مرمت کا مسئلہ

*2741: جناب محمد یعقوب ندیم سیٹھی: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیروزپور روڈ گجومتہ تا قصور سروس روڈ انتہائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ بالا سروس روڈ کی تعمیر و مرمت کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) فیروزپور روڈ کی کل لمبائی 40 کلومیٹر ہے۔ ضلع قصور کی حدود میں 28.50 کلومیٹر ہے جس میں 5 کلومیٹر اربن اور باقی 23.50 کلومیٹر رورل ہے اور 11.50 کلومیٹر لاہور کی حدود میں واقع ہے۔ یہ سڑک اکتوبر 2010 کو مکمل ہوئی اور 12-03-01 سے 14-10-30 تک یہ سڑک رنگ روڈ اتھارٹی کے پاس رہی ہے اور 14-11-01 سے یہ سڑک پنجاب ہائی وے کے زیر کنٹرول ہے۔ سڑک کی حالت بہتر ہے اور ٹریفک رواں دواں ہے۔ اگر سروس روڈ پر کوئی پیچ پڑتا ہے تو محکمانہ طور پر annual repair پروگرام کے تحت اُسے ٹھیک کر لیا جاتا ہے۔

(ب) مندرجہ بالا میں درج ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! اس کے اندر میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس کے جز (الف) کے جواب میں اس کی ساری detail لکھی گئی ہے اور last line میں لکھا گیا ہے کہ اگر سروس روڈ پر کوئی پیچ پڑتا ہے تو محکمانہ طور پر annual repair پروگرام کے تحت اُسے ٹھیک کر لیا جاتا ہے۔ 15-2014 میں جو پچھلا سال تھا اُس کی annual repair کی مد میں کتنے پیسے اس کو allocate کئے گئے یا کتنا خرچہ اس کی repairing پر ہوا؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! last year کا جو خرچہ ابھی میرے پاس موجود نہیں ہے میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔

جناب سپیکر: جی کیا؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! جو last year کا repairing کا خرچہ پوچھ رہے ہیں اُس کی ابھی اس time میرے پاس انفارمیشن موجود نہیں ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال آپ سے ہے کہ کل آپ اسی سڑک سے ملک محمد علی کھائی صاحب کے جنازے پر گئے تھے اُس سڑک پر کاہنہ، سوئے آصل، مصطفیٰ آباد اس مین سڑک پر آتے ہیں لیکن جواب میں تو سروس روڈ لکھا ہوا ہے۔ یہ اس لئے میں نے آپ سے پوچھا ہے کہ آپ اس پر گواہی دے سکتے ہیں کہ اُس سڑک پر ان تین پوائنٹس پر شدید ٹوٹ پھوٹ ہے۔ میں یہ ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کیونکہ میں اُسی سڑک سے اپنے حلقے میں جاتا ہوں، کم جاتا ہوں یا زیادہ جاتا ہوں لیکن اُس سڑک کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پچھلے سال بھی اس پر کسی قسم کا کوئی کام نہیں ہوا، مین روڈ پر نہیں ہوا اور سروس روڈ تو بعد کی بات ہے۔ میں آپ سے request کروں گا کہ یہ ایک سڑک ہے، سڑک اچھی بنی ہوئی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور حکومت کی مہربانی ہے۔ منسٹر صاحب! اُس کو تباہ نہ کریں محکمہ کی ذمہ داری لگا دیں کہ کوئی ایک چکر لگا لیں قصور شہر تک چلے جائیں جو اس کی مین روڈ پر ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے اُس کو ابھی ختم کر دیں بجائے اس کے کہ پھر کھڈے پڑ جائیں۔ تیسری چیز میں اس پر کہوں گا کہ میں اس جواب پر بالکل مطمئن نہیں اور اس کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ اس سڑک کی حالت بہتر ہے اور ٹریفک رواں دواں ہے۔ سڑک نہ بھی ہو تو ٹریفک رواں دواں ہو گی یہ کس قسم کا جواب ہے؟ ٹوٹ پھوٹ کی بات کی گئی ہے۔ اس کے اندر محکمہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ

اگر ہے تو ہم ٹھیک کریں گے۔ میں یہ آپ کو دوبارہ سے کہہ سکتا ہوں کہ پچھلے سال اگر کوئی کام ہوا ہے تو وہ نظر نہیں آرہا ہے، سڑک کی حالت ویسے ہی ہے اور وہ مزید خراب ہو گی براہ مہربانی آپ ان کو حکم دیں کہ اس کو ٹھیک کریں اور اس پر جتنی بھی دیر لگنی ہے لگے کیونکہ یہ کام 9 سالوں میں نہیں ہوا تو اب پتا نہیں کب تک ہو گا؟ اس کو repair ہی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی پروگرام بتادیں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! اس سوال سے related جس ہمارے معزز ممبر نے سوال کیا اُن سے بھی میں نے specifically پوچھا no doubt سروس لین پر problems ہیں لیکن مین روڈ comparatively جو مجھے بتایا گیا ہے اُس میں اگر کوئی پیچ یا کوئی problems وغیرہ آتیں ہیں تو وہ rectify کر دی جاتی ہیں لیکن جو یہ questions specifically سے related سروس لین کا مسئلہ تھا اگر معزز ممبر موجود ہوتے تو میرے خیال میں وہ بہتر بتا سکتے تھے کہ اُن کی نشاندہی پر دور کرنے کی کوشش کی گئی اور الحمدللہ وہ دور کر دیا گیا ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! Highlight تو کر دیا گیا بات صرف اتنی سی ہے کہ اب منسٹر صاحب کے نوٹس میں آگیا ہوا ہے یہ ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ اس کے بارے میں خود مکمل رپورٹ لیں گے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر یہ محکمہ کو direction دے دیں اور۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وہ دے دیں گے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! انہوں نے نشاندہی کر دی ہے میں یہ چیزیں نوٹ بھی کرتا ہوں اور میری ڈیپارٹمنٹ سے یہی request بھی ہوتی ہے، عرض بھی ہوتی ہے کہ خدارا جو اسمبلی میں آپ جواب دیتے ہیں اُس کے لئے مجھے ذمہ دار ہونا پڑتا ہے اور اگر میں اپنے معزز دوستوں کے سامنے شرمندہ ہوں گا تو پھر بعد میں آپ ہی accountable ہوں گے۔ آپ نے جس طرح نشاندہی کی ہے، یہاں ڈیپارٹمنٹ موجود ہے، سن رہا ہے اس کی مکمل رپورٹ منگوا لیتے ہیں اور انشاء اللہ جو کچھ problems ہیں ان کو مزید دیکھ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے وہ اپنا سوال نمبر بولیں۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 3121 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد: فنڈز کی فراہمی واستعمال کی تفصیلات

*3121: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ مواصلات و تعمیرات ضلع فیصل آباد کو سال 12-2011 اور 13-2012 کے دوران کل کتنا بجٹ ترقیاتی مد میں موصول ہوا؟

(ب) ان سالوں کے دوران ضلع فیصل آباد میں کتنا فنڈ خرچ کیا گیا ہے جن منصوبوں پر خرچ کیا گیا۔ ان منصوبوں کے نام، تخمینہ، لاگت، مدت تکمیل اور آغاز کام کی تاریخ بتائیں؟

(ج) جو منصوبے مکمل ہو چکے ہیں ان کے کاموں کے معیاری ہونے کے بارے میں حکومتی پالیسی کے تحت جس تھرڈ پارٹی سے ان کی تصدیق کروائی گئی، ان کے نام اور تھرڈ پارٹی نے جو جو اعتراضات جس جس منصوبہ میں اٹھائے ان کی تفصیل فراہم کریں؟

(د) تھرڈ پارٹی کے اعتراض پر محکمہ مواصلات و تعمیرات اور حکومت پنجاب نے جو ایکشن لیا ہے ان کی تفصیلات سے بھی ایوان کو مطلع فرمائیں؟

(ہ) اگر کسی آفیسر یا اہلکار کے خلاف تھرڈ پارٹی کے اعتراض پر ایکشن لیا گیا ہے تو ان کا نام، عہدہ، گریڈ اور جو ایکشن لیا گیا ہے، ان کی تفصیلات فراہم کریں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) ترقیاتی مد میں محکمہ مواصلات و تعمیرات ضلع فیصل آباد میں مالی سال 12-2011 اور 13-2012 میں جو بجٹ موصول ہوا اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مالی سال	تعمیرات	مواصلات	کل بجٹ
2011-12	Rs.577.089 M	Rs. 588.33 M	Rs.1165.419 M
2012-13	Rs.735.030 M	Rs. 1280.00 M	Rs.2015.03 M

(ب) محکمہ مواصلات و تعمیرات ضلع فیصل آباد میں مالی سال 12-2011 اور 13-2012 میں جو فنڈز خرچ ہوئے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مالی سال	تعمیرات	مواصلات	کل بجٹ
2011-12	548.788 ملین روپے	586.31 ملین روپے	1135.09 ملین روپے
2012-13	719.176 ملین روپے	1277.74 ملین روپے	1997.62 ملین روپے

محکمہ مواصلات فیصل آباد کے 12-2011 اور 13-2012 کے منصوبوں کے نام، تخمینہ لاگت، مدت تکمیل اور تاریخ آغاز کام کی تفصیل Annex-A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ تعمیرات فیصل آباد کے 12-2011 اور 13-2012 کے منصوبوں کے نام، تخمینہ لاگت، مدت تکمیل اور تاریخ آغاز کام کی تفصیل Annex-B ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) حکومت کی طرف سے برن یونٹ الائیڈ ہسپتال اور تعمیر بلڈنگ برائے جنرل ہسپتال غلام محمد آباد فیصل آباد کے لئے کل وقتی تھرڈ پارٹی ویلی ڈیشن کنسلٹنٹ مقرر کئے تھے۔ حکومت کی طرف سے محکمہ صحت کے لئے کنسلٹنٹ کی ذمہ داری محکمہ بلڈنگز کو سونپی گئی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ ماسٹر کنسلٹنگ انجینئرنگ پرائیویٹ لمٹیڈ۔ 2۔ PEPAC اسلام آباد۔

باقی منصوبہ جات پر تھرڈ پارٹی ویلی ڈیشن کے لئے M/S G3 Consultant Lahore کی منظوری کمشنر فیصل آباد ڈویژن فیصل آباد نے دی۔ اٹھائے گئے اعتراضات کی تفصیل Annex-C ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع فیصل آباد (پراونشل ہائی وے) میں EGC (انجینئر جنرل کنسلٹنٹ) کو بطور third party validation تعینات کیا گیا ہے جو موقع پر ہر وقت موجود ہوتے ہیں اور کام میں کمی بیشی موقع پر ہی دور کراتے رہتے ہیں۔ جن سڑکوں کی تعمیر پر خرچہ کیا گیا ان کا باقاعدہ سالانہ آڈٹ ڈائریکٹر جنرل آڈٹ اکاؤنٹس ورکس کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ آڈٹ نے جن چار منصوبہ جات پر اعتراضات کئے وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ دورویہ سڑک اکبر چوک الائیڈ ہسپتال تا مسجد اسماعیل
2۔ دورویہ سڑک کھڑیانوالہ تا ساہیانوالہ
3۔ دورویہ سڑک لاہور جڑانوالہ فیصل آباد جھنگ بھکر روڈ (سیکشن فیصل آباد تا جڑانوالہ)
4۔ دورویہ سڑک لاہور جڑانوالہ فیصل آباد جھنگ بھکر روڈ (سیکشن فیصل آباد تا چیچکی)

(د) تعمیرات کے دوران جو بھی اعتراضات اٹھائے گئے۔ وہ دوران تعمیر ہی ٹھیکیداران نے اپنے خرچہ پر درست کر دیئے تھے مواصلات میں آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ورک نے اپنے اعتراضات حکومت پنجاب اور مواصلات و تعمیرات ڈیپارٹمنٹ کو ارسال کئے جن کے مطابق اہلکاروں کو جبری ریٹائرمنٹ، نوکری سے برخواست، سالانہ ترقی سے محرومی اور وارننگ کی سزائیں سنائی گئیں۔

(ہ) محکمہ تعمیرات میں کنسلٹنٹ کی طرف سے جو اعتراضات اٹھائے گئے تھے۔ وہ معمولی نوعیت کے تھے جو کہ متعلقہ ٹھیکیدار سے درست کروا دیئے گئے تھے لہٰذا کسی آفیسر یا اہلکار کے خلاف کارروائی کی ضرورت نہ تھی۔

محکمہ مواصلات میں آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ورک کی سالانہ رپورٹ کے مطابق اہلکاروں کو جو سزائیں دی گئی ہیں، درج ذیل ہیں:

1۔ دورویہ سڑک اکبر چوک الائیڈ ہسپتال تا مسجد اسماعیل

2۔ دورویہ سڑک کھڑیانوالہ تا ساہیانوالہ

افسران	سزا کی نوعیت
ایکسیئن محمد نواز غازی	وارننگ (جو کہ اس وقت بطور ڈسٹرکٹ آفیسر بلڈنگ ڈویژن سیالکوٹ میں تعینات ہے)
ایس ڈی او شہزاد سمیع	محرومی برائے پانچ سالانہ ترقی (جس کے برخلاف پی ایس ٹی میں اپیل کی ہوئی ہے اور اس وقت بطور ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر بلڈنگ سب ڈویژن ملتان میں تعینات ہے)
سب انجینئر قمر ضیاء باجوہ	نوکری سے برخواست (جو ابھی تک بحال نہیں ہوا اور اپیل پی ایس ٹی میں کی ہوئی ہے)
اکاؤنٹس کلرک ظہیر اختر	نوکری سے برخواست جو ابھی تک بحال نہیں ہوا اور اپیل پی ایس ٹی میں کی ہوئی ہے۔
سب ڈویژنل کلرک بشیر احمد	وارننگ (جو کہ اس وقت بطو اکاؤنٹس کلرک پراونشل ہائی سرکل فیصل آباد میں تعینات ہے)

3۔ دورویہ سڑک لاہور جڑانوالہ فیصل آباد جھنگ بھکر روڈ (سیکشن فیصل آباد تا جڑانوالہ)۔

افسران	سزا کی نوعیت
ایکسیئن رضوان قمر	قشنوکری سے برخواست جو پی ایس ٹی سے بحال ہو گیا ہے اور اس وقت ملتان میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تعینات ہے۔ محکمہ نے سپریم کورٹ میں اپیل کی ہوئی ہے۔

ایس ڈی او مہر عظمت	نوکری سے برخواست جو پی ایس ٹی سے بحال ہو گیا ہے اور اس وقت گجرات میں بطور سب ڈویژنل آفیسر تعینات ہے۔ محکمہ نے سپریم کورٹ میں اپیل کی ہوئی ہے۔
سب انجینئر ذوالفقار رندھاوا	محرومی برائے دو سالانہ ترقی اور اس وقت فیصل آباد میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تعینات ہے۔
سب انجینئر افتخار احمد بٹ	محرومی برائے دو سالانہ ترقی اور اس وقت فیصل آباد میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تعینات ہے۔
اکاؤنٹس کلرک ظہیر اختر	نوکری سے برخواست جو ابھی تک بحال نہیں ہوا اور اپیل پی ایس ٹی میں کی ہوئی ہے۔
سب ڈویژنل کلرک محمد خالد	محرومی برائے دو سالانہ ترقی اور اس وقت فیصل آباد میں بطور اکاؤنٹس کلرک تعینات ہے۔

4۔ دورویہ سڑک لاہور جڑانوالہ فیصل آباد جھنگ بھکر روڈ (سیکشن فیصل آباد تا بچیکی)۔

افسران	سزا کی نوعیت
ایکسیئن رضوان قمر	نوکری سے برخواست جو پی ایس ٹی سے بحال ہو گیا ہے اور اس وقت ملتان میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تعینات ہے۔ محکمہ نے سپریم کورٹ میں اپیل کی ہوئی ہے۔
ایس ڈی او مہر عظمت	نوکری سے برخواست جو پی ایس ٹی سے بحال ہو گیا ہے اور اس وقت گجرات میں بطور سب ڈویژنل آفیسر تعینات ہے۔ محکمہ نے سپریم کورٹ میں اپیل کی ہوئی ہے۔
سب انجینئر ذوالفقار رندھاوا	محرومی برائے دو سالانہ ترقی اور اس وقت فیصل آباد میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تعینات ہے۔
سب انجینئر افتخار احمد بٹ	محرومی برائے دو سالانہ ترقی اور اس وقت فیصل آباد میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تعینات ہے
سب انجینئر طاہر حلیم	نوکری سے برخواست جو پی ایس ٹی سے بحال ہو گیا ہے اور اس وقت پراونشل ہائی وے ڈویژن جھنگ میں تعینات ہے۔ محکمہ نے سپریم کورٹ میں اپیل کی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! اس میں میرا پہلا ضمنی سوال ہے کہ انہوں نے جز (ج) کے جواب میں کہا ہے کہ جو observations ہیں وہ ہم نے بتا دی ہیں۔ انہوں نے مجھے annexure میں جو provide observations کی ہیں وہ صرف burn hospital سے related ہیں جو انہوں نے چار سڑکوں کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق کوئی observations نہیں ہیں۔ Kindly یہ بتا دیں کہ ان چار سڑکوں کے متعلق کیا observations تھیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! جواب میں واضح لکھا ہوا ہے کہ چونکہ ان پراجیکٹس پر residence supervision اور third party بھی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے تو جو کچھ objections موقع پر third party یا resident supervision کے ذریعے آتی رہتی ہیں وہ ٹھیکیدار کی responsibility ہوتی ہے کہ اس کو موقع پر دور کر دیا جائے لیکن ان سڑکات پر بعد میں کچھ audit objections آئیں وہ سڑکیں بھی mention ہیں۔ ان observations کے نتیجے میں ان افسران کے خلاف محکمانہ ایکشن بھی لیا گیا ہے۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے بڑی اچھی بات کی ہے۔ میں جز (ج) کے جواب کا ذکر کر رہا تھا اس کے جز (ہ) کے اندر بھی انہی سڑکوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے اندر یہ بتایا گیا ہے کہ چار سڑکوں پر جو مین آفیسر تھے وہ کچھ نوکریوں سے برطرف کئے گئے جن میں سے کچھ بحال بھی ہو گئے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر انہوں نے اتنی بڑی کرپشن کی تھی کہ محکمے کو ان کو نوکری سے نکالنا پڑا تو پھر ان لوگوں نے ایسا کیا جرم کیا تھا کہ انہیں نوکری سے نکالا گیا؟

جناب سپیکر! دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ کرپشن کے اندر نامزد ہو چکے تھے تو کیا وجہ ہے کہ اُن میں سے کئی لوگ ابھی تک بھی ضلع فیصل آباد میں ہی posted ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! جس طرح میں نے وضاحت سے بتایا ہے کہ ان پر جو objections آئیں ان پر انکوائری کی گئی اور کسی کو نوکری سے فارغ کرنا یا پانچ سال کی increment روک دینا یہ بہت strict actions ہوتے ہیں۔ رہی بات ان کی بحالی کی تو ڈیپارٹمنٹ نے تو ان کو فارغ کر دیا تھا لیکن سرکاری ملازمین کے پاس اس پر مزید forum بھی ہوتے ہیں۔ وہ PST کے ذریعے بحال ہو کر واپس آ گئے۔ ڈیپارٹمنٹ اس ٹریبونل کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں گیا ہوا ہے۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! میرا پوچھنے کا یہی مقصد تھا۔ چلیں پنجاب سروس ٹریبونل تو ایک independent ادارہ ہے وہ فیصلہ دے کر بحال کر سکتا ہے لیکن ان لوگوں کو پوسٹ کرنا تو

ڈیپارٹمنٹ کا اختیار ہے۔ سروس ٹربیونل تو محکمے کو نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے بندہ بحال کر دیا اب اس کو ضرور ہی فلانی پوسٹ پر کسی دوسرے ضلع میں انچارج لگادیں۔

جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایسی کیا وجوہات تھیں کہ ان کرپٹ لوگوں کو جن کے خلاف محکمہ سپریم کورٹ تک گیا ہے ان کو دوبارہ key post پر تعینات کیا گیا؟

جناب سپیکر! اس میں دوسری بات یہ ہے کہ ان میں سے کئی افسران ایسے ہیں جو ابھی تک ضلع فیصل آباد میں ہی پائے جاتے ہیں کیا ایسی وجہ ہے کہ اسی ضلع میں کرپشن کے باوجود ان کو ضلع بدر بھی نہیں کیا گیا؟ میرا جو پہلا سوال تھا اس کا ابھی تک جواب نہیں آیا میں دوبارہ repeat کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ذرا مہربانی فرمائیں۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! میرے تین چھوٹے چھوٹے سے معصومانہ سوال ہیں جو بہت ضروری ہیں کہ آڈٹ کے اندر کیا observations تھیں کہ ان کو نوکری سے نکالا گیا؟ یہ بہت سنگین observations تھیں kindly کوئی ایک آدھی observation بتا دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ جو بحال ہو کر آئے ہیں محکمہ نے انہیں کیوں key posts provide کیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! اب ان کا دل یہ کر رہا ہے کہ اب جب وہ بحال ہو کر آ گئے ہیں تو ان کو گھر بٹھا کر تنخواہیں دیتے رہیں۔ Definitely ایک سسٹم ہے کہ جب وہ PST سے بحال ہو کر آ جاتے ہیں تو پھر ان کی services کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہ کیا چاہتے ہیں؟ جب سیٹیں خالی ہوتی ہیں تو objection آ جاتا ہے کہ وہاں پر بندے post نہیں ہو رہے ہیں، فلاں جگہ vacancy exist کرتی ہے۔ یہ ڈیپارٹمنٹ کی مجبوری ہے کیونکہ ڈیپارٹمنٹ نے کام بھی لینا ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ فیصل آباد میں کیوں کام کر رہے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ جو یہاں پر پوسٹیں mention ہیں وہ key posts ہیں۔ جو سارے آفیسر کام کر رہے ہیں وہ ڈسٹرکٹ setup میں کام کر رہے ہیں اور district setup کی پوسٹوں کو میرے حساب سے کوئی key post consider نہیں کیا جاتا۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! وہاں پر کچھ لوگ ڈسٹرکٹ آفیسر لگے ہوئے ہیں اور میرے خیال میں ڈسٹرکٹ آفیسر ایک اچھی خاصی post ہوتی ہے۔ اگر یہ کہتے ہیں تو میں ان کو بتا دیتا ہوں اس میں پارٹ۔3 میں دورویہ سڑک لاہور جڑانوالہ فیصل آباد کے اندر سب انجینئر ذوالفقار رندھاوا بھی

فیصل آباد میں ڈسٹرکٹ آفیسر لگے ہوئے ہیں اور جو سب انجینئر تھے وہ بھی ضلع فیصل آباد میں بطور ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ ہی تعینات ہیں۔ چلیں، انہوں نے بڑی اچھی بات کی کہ خالی پوسٹ نہیں رکھی جاسکتی، انہوں نے اِن کو post کرنا تھا وہ کر دیا۔ مجھے صرف یہ بتادیں کہ اس آڈٹ میں ان کے خلاف کیا کارنامے نکلے تھے جس کی وجہ سے انہیں نوکری سے نکالنا پڑا؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں تھوڑی سی clarification کروں گا کہ وہ ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ فیصل آباد تعینات نہیں ہیں یہ تھوڑی سی mistake ہو گئی ہے بلکہ وہ ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ کے دفتر میں تعینات ہیں۔ چونکہ ایک ٹائم پر دونوں ڈسٹرکٹ آفیسر روڈ تو نہیں لگ سکتے یہ تھوڑی سی لکھنے میں mistake ہو گئی ہے۔ اب رہی بات objection کی تو میں ابھی یہاں بیٹھ کر ایک گھنٹے میں اتنے سارے افسران کی تمام objections بتانے سے قاصر رہوں گا۔ اگر یہ اس کے متعلق fresh question کرلیں تو ان کے خلاف جو جو objections raise ہوئی ہیں وہ ان کو پیش کر دی جائیں گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: اگلا سوال لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان صاحب کا ہے۔ کیا وہ تشریف رکھتے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ان کے behalf پر ہوں۔

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب! سوال نمبر بولیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! سوال نمبر 3721 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لیفکو معاہدے سے متعلقہ تفصیلات

***3721: لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان:** کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور فیصل آباد روڈ جو کہ لیفکو کے زیر انتظام ہے، کے کون کون سے شیئر ہولڈر ہیں نیز ہر کمپنی کے شیئرز کی شرح تناسب سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ب) لیفکو کے کتنے اہلکاران وافسران اس سڑک پر تعینات ہیں،ان کے نام،پتااور عہدہ کے حوالے سے مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیااس وقت بھی آرمی کے حاضر سروس اہلکاران وافسران لیفکو میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر ہاؤسنگ وشہری ترقی وپبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) شیئر ہولڈرزاوران کے شیئر کی شرح تناسب مندرجہ ذیل ہے:

فرنٹیئرورکس آرگنائزیشن	65فیصد
میسرز خالدروف اینڈ کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ	20فیصد
میسرز حبیب رفیق پرائیویٹ لمیٹڈ	10فیصد
میسرز سچل انجینئرنگ پرائیویٹ لمیٹڈ	5فیصد

(ب) لیفکو کے اہلکاران وافسران جواس سڑک پر تعینات ہیں ان کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس وقت آرمی کا کوئی بھی حاضر سروس اہلکار یا افسر لیفکو میں کوئی ڈیوٹی سرانجام نہیں دے رہا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!اس سوال میں جو جواب دیئے گئے ہیں وہ ٹھیک ہیں میں ان سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔منسٹر صاحب!آپ کو ان کی طرف سے اور میری طرف سے مبارک ہو۔اگلا سوال بھی لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان کا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!میں ان کے behalf پر ہوں۔

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر بولیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!سوال نمبر 3722 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور فیصل آباد روڈ ٹال ٹیکس سے متعلقہ تفصیلات

*3722: لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور فیصل آباد روڈ جو کہ لیفکو کے زیر انتظام ہے وہاں ٹال ٹیکس کی شرح دیگر ہائی ویز کے ٹال ٹیکس سے زیادہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لیفکو کے اہلکاران آئے روز ٹال ٹیکس کی وصولی کے حوالے سے سڑک کو استعمال کرنے والے راہگیروں سے جھگڑتے ہیں، پچھلے پانچ سال میں لیفکو کے اہلکاران پر اس حوالے سے کتنی ایف آئی آر درج ہوئی ہیں؟

(ج) لاہور فیصل آباد روڈ پر لیفکو کے ہر ٹال پلازہ پر ٹیکس کی شرح کے حوالے سے تفصیل فراہم کی جائے نیز اس روڈ پر کون کون سی گاڑیاں / شخصیات ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں نیز کیا ان کے لئے الگ لین ہے؟

(د) کیا اس سڑک کے قریبی علاقوں کے عوام کو سڑک استعمال کرنے میں کوئی رعایت حاصل ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) درست ہے۔ لاہور فیصل آباد روڈ BOT کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہے جس پر حکومت پنجاب یا کسی اور حکومتی ذرائع سے کوئی رقم خرچ نہیں کی گئی ہے بلکہ لیفکو (پرائیویٹ) لمیٹڈ کو تعمیر اور نگہداشت کے تمام اخراجات 25 سال تک خود برداشت کرنے ہیں اسی لئے ٹال ٹیکس بروئے قانون سیکشن 3، Punjab Toll on Bridges and Roads Ordinance 1962 کے تحت لاگو ہوتا ہے اور ٹال ٹیکس کی شرح حکومت پنجاب کے باقاعدہ نوٹیفکیشن کے ذریعے مشتہر کی جاتی ہے۔ لاہور فیصل آباد سڑک پر ٹال ٹیکس کی شرح حکومت پنجاب سے بذریعہ نوٹیفکیشن مجریہ 31۔اگست 2006، No.SOH-II (C&W)4-1/2002-03(PSPIC)-VOL-II منظور شدہ ہے اور اسی کے مطابق ٹال ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ لیفکو قانون کے مطابق اور شفافیت کے اصول کے تحت ٹال ٹیکس کی شرح اور متن کی فہرست اخبارات میں مشتہر کرتی ہے۔ علاوہ ازیں سارے ٹال پلازوں

پر آویزاں بھی کرتی ہے۔ سال 14-2013 کی نوٹیفکیشن شرح ٹال ٹیکس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ لیفکو کے اہلکاران آئے روز ٹال ٹیکس کی وصولی کے حوالے سے سڑک کو استعمال کرنے والے راہگیروں سے جھگڑتے ہیں اور کسی بھی اہلکار کے خلاف پچھلے پانچ سالوں میں کوئی بھی مقدمہ کسی عدالت میں بابت لڑائی جھگڑا / ٹیکس وصولی زیر سماعت ہے یا کسی بھی لیفکو اہلکار پر پچھلے پانچ سالوں میں کوئی ایف آئی آر کٹی ہے۔

(ج) لاہور فیصل آباد روڈ پر ہر ٹال پلازہ پر ٹیکس کی شرح مالی سال 14-2013 اور جو گاڑیاں اور شخصیات مستثنیٰ ہیں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ایمرجنسی گاڑیوں مثلاً ایمبولینس، فائر بریگیڈ، پولیس کی گاڑیوں کے لئے ایک علٰیحدہ لین مختص ہے جبکہ دیگر مستثنیٰ گاڑیاں E-Tag والی لین سے گزرتی ہیں اور ان تمام گاڑیوں کو فری E-Tag فراہم کئے جاتے ہیں۔

(د) اگرچہ لیفکو (پرائیویٹ) لمیٹڈ رعایت دینے کا حق رکھتی ہے مگر یہ اس کے لئے لازم نہیں کہ وہ کسی بھی باقاعدہ سفر کرنے والے کا کوئی خصوصی package دے۔ تاہم لیفکو نے ٹال پلازہ کے تین کلومیٹر گردونواح میں مستقل رہنے والے رہائشیوں کو ٹال ٹیکس لاگو ہونے کی شروعات سے خصوصی رعایت دے رکھی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! جز (ج) کا جواب جو ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ وہ سوال کچھ ہے اور جواب کچھ ہے۔ جز (ج) کا سوال یہ تھا کہ لاہور فیصل آباد روڈ پر لیفکو کے ہر ٹال پلازہ پر ٹیکس کی شرح کے حوالے سے تفصیل فراہم کی جائے نیز اس روڈ پر کون کون سی گاڑیاں / شخصیات ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں نیز کیا ان کے لئے الگ لین ہے؟ اس کے جواب میں فقط ٹیکس کی شرح فراہم کی گئی ہے لیکن کون کون سی شخصیات اور کون کون سی گاڑیاں مستثنیٰ ہیں وہ تفصیل فراہم نہیں کی گئی بلکہ وہ جواب دیا ہی نہیں گیا، اس جواب کو دانستہ طور سے گول کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں اس کی وضاحت کر دیتا ہوں کوئی جواب دانستہ طور پر گول نہیں کیا گیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ 16-2015 کے ٹال ٹیکس کا ریٹ اس کے ساتھ attach ہے وہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا سوال ریٹ سے متنازع نہیں ہے وہ ریٹ تو آ گیا ہے، میں تو جو گاڑیاں اور شخصیات مستثنیٰ ہیں اس کا پوچھ رہا ہوں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں اس کی وضاحت کر دیتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی بھی کاپی ساتھ لگائی گئی ہو گی ورنہ میں خود بتا دیتا ہوں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! کاپی ساتھ نہیں لگائی گئی، تفصیل فراہم نہیں کی گئی بلکہ فقط لکھ دیا گیا ہے کہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): میں آپ کو پڑھ کر بتا دیتا ہوں تاکہ اگر آپ کو کوئی غلط فہمی ہے کہ ہم نے چھپا کر رکھی ہے۔۔۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! نہیں۔ غلط فہمی نہیں ہے یہ ریکارڈ کی بات ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! جو گاڑیاں exempt ہیں اس میں

Vehicle of Presidency, Governor House, Prime Minister House and Chief Minister Secretariat fleet car vehicles belonging to Defence forces, vehicle requisition for defence duty, police patrol vehicles, fire fighting vehicles, vehicles with green number plates, bonafied government vehicle, members of Senate, National Assembly and Provincial Assemblies. Any other which may be prescribed by law or agreed between the Government of Punjab and LEFCO.

یہ ہیں جن کو مستثنیٰ حاصل ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! محترم وزیر صاحب کے پاس تو جواب موجود ہوگا لیکن جو ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے آپ کو جواب دے دیا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ جواب غلط دیا گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، Let me proceed further.

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! ٹول پلازے پر پیسے لیتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: وہ کون سے ٹول پلازے کی بات کر رہے ہیں اور آپ نے کیا سمجھا ہے؟

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! میں نے یہاں سے لے کر پشاور تک سفر کیا ہے، یہاں پر یہ پیسے لیتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں۔ یہ لاہور سے فیصل آباد کی بات ہو رہی ہے۔ بی بی! موٹروے کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے منسٹر صاحب سے کچھ پوچھنا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے جو Provincial Assemblies کا کہا ہے وہ اسے نہیں مانتے اور جھگڑا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ انہیں مانتے ہیں اور نہ ہی اس کارڈ کو مانتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! انہوں نے جو بات کی ہے ذرا اس پر پوری طرح غور کریں۔ آئندہ ایسی شکایت نہیں ملنی چاہئے۔ چلیں! اور بات کریں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، آپ تشریف رکھیں۔ جناب محمد آصف باجوہ صاحب! آپ کا سوال ہے۔ سوال نمبر بولئے گا۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال نمبر 3936 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سیالکوٹ: حلقہ پی پی۔130 میں رنگ روڈ کی تعمیر سے متعلقہ تفصیلات

*3936: جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی۔130 ڈسکہ میں رنجھائی تا جیسر والہ رنگ روڈ کی تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے سیالکوٹ سے گوجرانوالہ یا لاہور جانے والے لوگوں کو ڈسکہ میں ٹریفک کے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے؟

(ب) اگر یہ رنگ روڈ تعمیر کر دی جائے تو عوام کے یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں کیا حکومت ڈسکہ رنگ روڈ بنانے کا منصوبہ آئندہ مالی سال میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئر نگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) ڈسکہ شہر کے پرانے بائی پاس کی تعمیر "24 چوڑائی کے ساتھ 1973 میں کی گئی تاہم اس سڑک کو موجودہ ٹریفک کے لئے ناکافی سمجھتے ہوئے حکومت نے اس کو "24+"24 دورویہ مع "15+"15 سروس لین از سرِ نو تعمیر کا منصوبہ 2009 میں منظور کیا جس پر کام مکمل ہو چکا ہے۔ سڑک کی از سر نو تعمیر مکمل ہونے پر ٹریفک کے بہاؤ میں کسی حد تک روانی اور باقاعدگی آئی ہے لیکن یہ بائی پاس روڈ بھی آبادی کے اندر واقع ہے اور اس کے دونوں اطراف دکانات اور ورکشاپس ہیں جس کی وجہ سے ٹریفک کی روانی میں تعطل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اگر رنگ روڈ رنجھائی تا جیسر والا کی تعمیر کر دی جائے تو ٹریفک کی روانی میں مزید بہتری آئے گی۔

(ب) فی الحال ایسا کوئی منصوبہ حکومت کے زیرِ غور نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے جواب دیا ہے اور میرے سوال کو realize کرتے ہیں کہ واقعاً ٹریفک بلاک ہوتی ہے کیونکہ ڈسکہ Big City ہے وہاں سے پسرور، نارووال، شکر گڑھ، سمبڑیال ڈرائی پورٹ، سمبڑیال ائیرپورٹ اور سیالکوٹ سفر کے لئے بہت زیادہ مسائل ہیں۔ ڈسکہ سے دس منٹ کا فاصلہ ہے لیکن ٹریفک بلاک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے چالیس منٹ لگتے ہیں اور لوگوں کو جتنی دیر میں سیالکوٹ اور سوڈیال سے لاہور پہنچنا ہوتا ہے وہ ڈسکہ کراس نہیں کرتے۔ اگر میری بات کو محکمہ admit کرتا ہے تو میری منسٹر صاحب سے گزارش ہے

کہ یہ on the floor of the House commitment کریں، یہ مانتے بھی ہیں کہ مسائل کا حل اسی میں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، میں ان سے کیا پوچھوں؟

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ مان جائیں اور commitment دے دیں کہ وہ رنگ روڈ تعمیر کروادیں گے۔ بس یہ next ADP میں رکھوادیں۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال کریں۔ یہ تو آپ کی تجاویز ہیں۔

جناب محمد آصف محمود باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ تجویز نہیں ہے بلکہ یہ میرا ضمنی سوال بنتا ہے کہ منسٹر صاحب commitment کریں کیونکہ یہ چار سے پانچ کلومیٹر کی سڑک بنے گی اور اس سے لوگ کے گھنٹوں بچیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! ویسے اسمبلی میں یہ سوال نہیں ہونا چاہئے کہ آپ commitment کریں لیکن میں ان کی اس بات سے agree کرتا ہوں کہ جس منصوبے کی یہ بات کررہے ہیں میں نے اس کی تھوڑی سی انفارمیشن بھی لی ہے اور اس کی لمبائی تقریباً ساڑھے 9 کلومیٹر بنتی ہے اور اس کی rough cost تقریباً ایک بلین کے قریب ہے لیکن اس میں problem آئے گی اور land acquisition بھی کرنی پڑے گی۔ معزز ممبر ٹھیک کہہ رہے ہیں اور محکمہ accept بھی کررہا ہے۔ سڑکیں جتنی بن جائیں اتنی بہتر ہے اور اس سے لوگوں کو سہولیات میسر ہوتی ہیں۔ میں اس حد تک commitment کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اس روڈ کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اور ان کے پرزور اسرار پر محکمہ کی طرف سے جو ADP گورنمنٹ کو مہیا کی جائے گی ہم اس میں اس منصوبے کو شامل کریں گے۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ خدیجہ عمر کا ہے۔ سوال نمبر بولئے گا۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4676 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

یونین کونسل نمبر 41اٹاری سروبہ لاہور سے متعلقہ تفصیلات

*4676: محترمہ خدیجہ عمر: کیاوزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یونین کونسل نمبر 141 اٹاری سروبہ لاہور میں پچھلے تین سالوں کے دوران کون کون سی سڑکوں کی تعمیر کی گئی اوران پر کتنے کتنے اخراجات ہوئے، سڑک وار تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ب) ان میں سے کتنی سڑکیں ابھی تک زیر تعمیر ہیں،ان کو کب تک مکمل کر لیا جائے گا؟

(ج) کیاان سڑکوں میں اٹاری سروبہ سٹاپ سے علی ہاؤسنگ کالونی کو جانے والی مین سڑک بھی شامل تھی اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر ہاؤسنگ وشہری ترقی وپبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات وتعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) پچھلے تین سالوں میں یونین کونسل نمبر 141 میں صرف ایک کام "پختگی اور بحالی سڑک از اٹاری دربار تااٹاری گاؤں لمبائی 1.10 کلومیٹر منظور ہوئی جو موجودہ سڑک میں پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے سیوریج ڈالنے کی وجہ سے شروع نہ ہو سکی اوراس پر کوئی خرچہ نہ ہوا ہے۔

(ب) سڑک از اٹاری دربار تااٹاری گاؤں لمبائی 1.10 کلومیٹر کاٹینڈر مورخہ 2016-01-06 کو ہو چکا ہے۔کنٹریکٹر نے موقع پر کام شروع کر دیا ہے۔

(ج) سڑک کی تعمیر حصہ الف کے مطابق شامل ہے جو کہ موقع پر کام شروع ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (الف) میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ یونین کونسل نمبر 41 اٹاری سروبہ لاہور میں پچھلے تین سالوں کے دوران کون کون سی سڑکوں کی تعمیر کی گئی اوران پر کتنے کتنے اخراجات ہوئے، سڑک وار تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟ یہاں پر انہوں نے جواب میں ایک سڑک کا ذکر کیا ہے تو میری ان سے گزارش یہ ہے کہ بے تحاشا ایسی سڑکیں ہیں جن کو مرمت کرنے اور بنانے کی ضرورت ہے تو صرف ایک ہی سڑک کو شامل کیا گیا؟

وزیر ہاؤسنگ وشہری ترقی وپبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات وتعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! یہ پلاننگ کا سوال کر رہی ہیں لیکن جو انہوں نے سوال کیا ہے وہ یونین کونسل کے بارے میں ہے۔اس یونین کونسل میں 1.10 کلومیٹر کی سڑک منظور ہوئی اس میں بھی کچھ problem آ گیا، چونکہ

جس طرح میاں صاحب نے point out کیا تھا اگر ہم پہلے سڑک بنا دیتے اور پھر وہ سڑک ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ وہاں پر پہلے سیوریج ڈالنا تھا اس لئے سڑک نہیں بنائی گئی۔اب پبلک ہیلتھ نے اپنا کام مکمل کر دیا ہے اور اب اس کا revised estimate 14 million کا بنا ہے۔اب انشاء اللہ اس سڑک پر practically کام شروع ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اس میں میرا اگلا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے یہ سوال ڈیڑھ سال پہلے مئی 2014 میں کیا تھا اور اب ڈیڑھ سال بعد اس کا جواب آ رہا ہے کہ 6۔جنوری 2016 کو اس کا ٹینڈر پاس ہوا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ٹینڈر پاس ہو چکا ہے اور کنٹریکٹر نے موقع پر کام شروع کر دیا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! وہ تو ٹھیک ہے لیکن میری گزارش یہ ہے کہ کیا یہ سوال آنے کے بعد کام شروع کیا گیا؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! انہوں نے میرے جواب پر focus نہیں کیا۔ میں نے بڑی وضاحت سے بات کی ہے کہ جب تک پبلک ہیلتھ سیوریج کا کام مکمل نہیں کرتا تو اس وقت تک ہم یہ روڈ شروع نہیں کر سکتے تھے۔ recently پبلک ہیلتھ نے سیوریج کا کام مکمل کر لیا ہے اور instantly اس پر 6۔جنوری 2016 کو ٹینڈر لگ گیا ہے اور انشاء اللہ اس پر کام شروع ہو جائے گا اور اسی financial year میں اس کام کا خاتمہ ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔اگلا سوال بھی محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4677 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

اٹاری سروبہ سٹاپ اور علی ہاؤسنگ کالونی سے دیگر آبادیوں کو جانے والی سڑک کو پختہ کرنے سے متعلقہ تفصیلات

*4677: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اٹاری سروبہ سٹاپ سے اندر علی ہاؤسنگ کالونی و دیگر آبادیوں کو جانے والی سڑک پختہ نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سڑک کو پختہ کرنے کے لئے پچھلے سال فنڈز بھی مختص کئے گئے تھے اگر ہاں تو کتنے؟

(ج) مذکورہ فنڈز سے مذکورہ سڑک پختہ کیوں نہ کی گئی، وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) سڑک پختہ ہے لیکن جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

(ب) پچھلے سال 15۔2014 میں 6 ملین فنڈز جاری ہوئے۔اور موجودہ مالی سال میں 12 ملین روپے فنڈز جاری ہوئے ہیں۔

(ج) پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے گزشتہ سال سیوریج کا کام شروع کر رکھا تھا جس کی وجہ سے سڑک کی تعمیر روک لی گئی۔اب سیوریج کا کام مکمل ہو چکا ہے۔سڑک کا ٹینڈر ہو چکا ہے۔ موقع پر کنٹریکٹر نے کام شروع کر دیا ہے۔ تکمیل منصوبہ کی مدت چھ ماہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! againاس میں بھی وہی سوال ہے اور میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ محکمہ نے سڑک کی تعمیر کا منصوبہ کب بنایا؟

جناب سپیکر: جی، کیا کہا ہے؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ سڑک پختہ ہے اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور جز (ب) میں لکھا ہے کہ 15-2014 میں 6 ملین کے فنڈز جاری ہوئے اور موجودہ سال میں 12 ملین کے فنڈز جاری ہوئے ہیں۔ againاس میں وہی جواب لکھا تھا کہ سیوریج کی وجہ سے سڑک کی تعمیر روک لی گئی تو مجھے یہ بتایا جائے۔۔۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! آپ کا پچھلا سوال بنیادی طور پر جس سڑک کے بارے میں ہے تو یہ وہی سڑک ہے جو اس میں بھی شامل تھی۔

جناب سپیکر: اب اس پر کام شروع ہو چکا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اس میں اور اُس میں difference یہ ہے کہ میں اس میں پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ یہ منصوبہ کب بنا؟ مزید میں یہ coordination دیکھنا چاہ رہی ہوں کہ بے شک پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ہو یا آپ کا محکمہ ان کی کتنی coordination ہے؟ یہ ڈیڑھ سال پہلے سوال کیا گیا تو اب کام شروع ہوا ہے اور میں یہ دیکھنا چاہ رہی ہوں کہ وہاں لوگ کس طرح suffer کر رہے ہوں گے؟ بے شک پبلک ہیلتھ ذمہ داران ہے تو کیا آپ لوگوں کی آپس میں coordination نہیں ہے؟ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ جب 15-2014 میں 6 ملین کا فنڈز جاری ہوا اور پھر موجودہ سال میں 12 ملین کا فنڈز جاری ہوا تو کیا اس پر ٹوٹل 18 ملین لگیں گے؟ جب یہاں پر پہلی دفعہ فنڈز جاری کیا تھا تو کیا وہ lapse کر گیا؟ مہربانی کر کے اس کی وضاحت کریں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! فنڈز جاری کرنے سے مراد allocation ہے۔ اس کی پچھلے سال کی allocation six million تھی اور اس سال unutilize رہی اور وہ پیسا واپس چلا گیا یعنی پیسا lapse کر گیا تھا کیونکہ سیوریج کا کام مکمل نہیں ہوا۔ اب اس سال اس کی allocation twelve million کی گئی ہے اور میں نے بتایا ہے کہ اس کا scope after tax سیوریج بھی، اب یہ rigid payment کی طرف چلا گیا ہے اور اس کی لاگت 40 ملین ہے۔ جب یہ پراجیکٹ مکمل ہو گا تو وہ 40 ملین سے پورا ہو گا۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں نے گزارش یہ کرنی تھی کہ اب آپ نے کتنے آرام سے کہہ دیا کہ پیسا lapse کر گیا۔ اس کی utilization کہیں اور بھی ہو سکتی تھی اور ہمارے بہت سے ایسے پراجیکٹس ہیں اور بہت سی ایسی ضروریات ہیں جس میں یہ پیسا utilize ہو سکتا تھا تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ محکمے کی نااہلی ہے اور آپ کے محکمے کی آپس میں coordination بھی نہیں ہے۔ آپ آپس میں coordinate کر کے پیسا utilize کیا کریں۔ آپ فنڈز کو ایک جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور وہ پیسا بغیر استعمال ہوئے ختم ہو جاتا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): اس وقفہ سوالات کے دوران دو point of views آئے ہیں، میاں صاحب کی سوچ یہ تھی کہ پہلے planning کریں پھر execute کریں، اب آپ کہہ رہی ہیں کہ وہ پیسے اسی سال میں لگا دینے چاہئیں تھے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! آپ میری بات کو صحیح نہیں سمجھے، میں یہ کہہ رہی ہوں کہ پہلے آپ نے یہ فنڈز مختص کئے لیکن وہ lapse ہوگئے۔ اگر آپ کو یہ پتا تھا کہ اس معاملے میں یہ problem ہے محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ نے اس سلسلے میں اتنا ٹائم لینا ہے، میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر home work نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: چلیں! اب تو اس پر کام شروع ہو چکا ہے۔ مہربانی کریں اور اس بات کو اب چھوڑ دیں۔ اب کے سوال کا جواب انہوں نے دے دیا ہے اور اس کی تکمیل بھی ہو گئی ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: اب آپ ایسے نہ کیا کریں؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! ڈیڑھ سال سے میں نے یہ سوال کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: اب تو اس کا ٹینڈر بھی ہو گیا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں کوئی غلط بات تو نہیں کر رہی، پلاننگ کی بات کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: جس معاملے میں آپ نے سوال دیا ہے وہ اب تکمیل کے مراحل میں ہے اور چھ مہینے بعد انہوں نے اسے مکمل بھی کر دینا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! آپ میری بات تو سنیں۔

جناب سپیکر: مہربانی کریں اور تشریف رکھیں۔ ایسے ٹائم ضائع نہ کریں۔ اگلا سوال۔۔۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں کوئی غلط بات نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر: ہم کب کہتے ہیں کہ آپ نے غلط بات کی ہے۔ اب تو آپ کی بات پر عمل ہو گیا ہے، آپ تشریف رکھیں اور دوستوں کے سوالات take up کرنے دیں۔ بڑی مہربانی، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: وزیر موصوف کو جواب تو دینے دیں۔

جناب سپیکر: وزیر موصوف صاحب! آپ اس بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! محترمہ نے جو بات کی ہے وہ مناسب ہے لیکن اس کو بھی تو appreciate کرنا چاہئے کہ کچھ نہ کچھ پلاننگ آپس میں مل ہی رہی تھی کیونکہ سڑک کی بھی ضرورت تھی۔ وہاں چونکہ دو الگ محکمے ہیں

پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ الگ ہے، محکمہ مواصلات علیحدہ محکمہ ہے۔ میں نے آپ کو یہ بھی بتایا ہے کہ پیسے lapse بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس کیس میں پیسے lapse نہیں ہوئے بلکہ محکمے نے جب دیکھا کہ یہ سکیم ابھی مکمل نہیں ہو سکتی تو محکمے نے پیسے surrender کر دیئے اور یہ پیسے دوسری سکیم میں چلے گئے۔ پیسا ضائع نہیں ہوا۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! بات یہ نہیں ہے کہ پیسے کیوں surrender کئے گئے۔۔۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے۔ مہربانی اب جواب آ گیا ہے، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! نہیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔ جی، الحاج محمد الیاس چنیوٹی!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! سوال نمبر 5172 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد روڈ توحید چوک پر اوور ہیڈ برج کی تعمیر

*5172: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد روڈ پر جامعہ امدادیہ بھٹو کالونی اور سرگودھا روڈ پر توحید چوک کے مقام پر رش کی وجہ سے سڑک عبور کرنا ناممکن ہے؟

(ب) کیا شہری حدود میں سپیڈ کم کرنے، یوٹرن اور اشاراتی بورڈز نصب کر دیئے گئے ہیں؟

(ج) کیا کچہری روڈ فیصل آباد اور پنڈی بھٹیاں مین روڈ کی طرح حکومت چنیوٹ کی شہری حدود میں سپیڈ بریکر بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد روڈ اور توحید چوک سرگودھا روڈ کے مقامات پر لوگوں کے گزرنے کے لئے اوور ہیڈ برج بنانے کے لئے میں نے محکمے کو درخواست دے رکھی ہے، اگر حکومت مذکورہ دونوں جگہوں پر اوور ہیڈ برج بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) یہ درست ہے کہ ان دونوں مقامات پر رش کی وجہ سے سڑک عبور کرنا مشکل ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ یوٹرن اور اشاراتی بورڈز نصب کر دیئے گئے ہیں۔

(ج) حکومت چنیوٹ کی شہری حدود میں سپیڈ بریکر بنانے کا ارادہ نہ رکھتی ہے۔ تاہم محکمہ پنجاب ہائی وے نے جامعہ امدادیہ بھٹو کالونی میں دو عدد سائن بورڈ نصب کئے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہوا ہے کہ آہستہ اور احتیاط سے چلیں آگے آبادی ہے اس کے علاوہ Cat Eyes اور Studs بطور احتیاط و سپیڈ کم کرنے کے لئے موقع پر لگا دیئے ہیں۔

(د) یہ درست ہے کہ نیا بس اڈا سرگودھا روڈ اور بھٹو کالونی بالمقابل جامعہ امدادیہ فیصل آباد روڈ 28 کلومیٹر چنیوٹ کے مقامات پر اوور ہیڈ برج بنانے کے لئے درخواست دی گئی ہے جبکہ سالانہ ترقیاتی پروگرام 16-2015 میں ADP No. 3534 کے تحت مندرجہ ذیل دو سکیموں کے لئے 33.310 ملین کی رقم مختص کی گئی ہے اور اب ان کو پی اینڈ ڈی کی ہدایات کے مطابق ڈسٹرکٹ گورنمنٹ چنیوٹ کے زیر نگرانی تعمیر کروایا جائے گا۔

(1) تعمیر پیڈیسٹرین اوور ہیڈ برج نیا بس اڈا سرگودھا روڈ۔

(2) تعمیر پیڈیسٹرین اوور ہیڈ برج بھٹو کالونی فیصل آباد روڈ۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! جواب کے جز (ب) میں کہا گیا ہے کہ یہ درست ہے کہ یوٹرن اور اشاراتی بورڈز نصب کر دیئے گئے ہیں۔ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ محکمے نے گمراہ کیا ہے اور غلط بیانی کی ہے، میں وزیر موصوف کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں، میں انہیں دکھاؤں گا کہ ابھی تک بہت ساری جگہیں ایسی ہیں اور یوٹرن بھی عملی طور پر ایسے ہیں جن پر ابھی تک بورڈز نہیں لگے ہوئے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ چنیوٹ سرگودھا روڈ، فیصل آباد روڈ، لاہور روڈ، جھنگ روڈ پر یہ بتادیں کہ شہری حدود میں کل کتنے یوٹرن ہیں اور کتنے یوٹرنز پر بورڈ لگے ہوئے ہیں اور کتنے یوٹرنز پر بورڈ نہیں لگے ہوئے؟ میرا ایک قریبی عزیز ڈیڑھ دو سال پہلے اپنی والدہ کے جنازے میں جارہا تھا یوٹرن پر کھڑا ہوا تھا کہ ٹریفک رک جائے تو میں گزر جاؤں، اسی رکی ہوئی ٹریفک میں موٹر سائیکل والے نے اسے ٹکر ماری ہے جس کی وجہ سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب تک اس کے سات

آپریشن ہو چکے ہیں اور اس سارے معاملے کو ڈیڑھ دو سال ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ وہاں پر جتنے بھی خالی یوٹرنز پڑے ہوئے ہیں ان پر بورڈ لگائے جائیں اور محکمہ نے جو غلط جواب دیا ہے اس کا بھی نوٹس لیا جائے؟

جناب سپیکر: وزیر موصوف سے پوچھ لیتے ہیں؟ محکمہ نے جو غلط جواب دیا ہے اس کا بھی آپ نوٹس لیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر روز دو چار حادثات اسی وجہ سے ہوتے ہیں کیونکہ وہاں پر اشاراتی بورڈ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: وہ فرما رہے ہیں کہ آپ کے محکمہ نے سوال کا جواب غلط دیا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! معزز ممبر میرے لئے قابل احترام ہیں۔ اگر انہوں نے ایک بات point out کی ہے اور محکمہ اس بات کو own کر رہا ہے کہ انہوں نے ہر جگہ پر یوٹرن اور اشاراتی بورڈز نصب کر دیئے ہیں۔ اگر اس میں کوئی کمی بیشی رہ گئی ہے تو اس کو میں explore کر لیتا ہوں، جس طرح معزز ممبر نے نشاندہی کی ہے کہ کچھ ضروری جگہوں پر یہ چیزیں نہیں لگی ہوئیں تو انشاء اللہ محکمہ کے خلاف، ذمہ داران کے خلاف action لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شاباش۔ بڑی مہربانی۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! وہ اس کے لئے کوئی time limit بھی مقرر کر دیں کہ کب تک یہ اشارات لگ جائیں گے کیونکہ ہر روز دو چار حادثات سننے میں آتے ہیں۔ دوسرا جز (د) میں نے دو جگہیں متعین کی تھیں بتایا تھا کہ فیصل آباد روڈ، سرگودھا روڈ پر pedestrian overhead bridge بننے چاہئیں۔ آپ یہ سن کر بھی حیران ہوں گے کہ اس بجٹ میں ان دونوں پلوں کے بنانے کا ذکر بھی آ گیا لیکن جب ڈیڑھ ماہ بعد ہم محکمے سے پوچھنے گئے کہ ہماری سکیمیں کہاں گئیں؟ پتا چلا کہ چنیوٹ کی یہ دونوں سکیمیں فیصل آباد کے اربن ایریا میں ڈال دی گئی ہیں۔ میرا جو ایڈریس تھا اس میں فیصل آباد روڈ چنیوٹ لکھا ہوا تھا، جس میں سے چنیوٹ کو حذف کر دیا گیا، اسی طرح سرگودھا روڈ چنیوٹ لکھا ہوا تھا اس کو بھی حذف کر دیا گیا اور دونوں سکیمیں فیصل آباد میں ڈال دی گئیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ وقفہ سوالات کا ٹائم ختم ہونے والا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! ان کی یہ بات ٹھیک ہے۔ محکمہ پی اینڈ ڈی سے misprint ہونے کی وجہ سے یہ سکیم مختلف محکموں کے ارد گرد گھومتی رہی ہے۔ ہم الحاج محمد الیاس چنیوٹی کو اس پر appreciate کریں گے کہ انہوں نے خود personally اس میں دلچسپی لی۔

جناب سپیکر: انہوں نے نشاندہی درست کی ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! انہوں نے درست نشاندھی کی ہے۔ اب اس سکیم کا پی سی ون بھی تیار ہو چکا ہے اور اس سکیم کی کل لاگت 35.408 ملین ہے۔ انشاء اللہ ان کے جو دونوں اوور ہیڈ برج ہیں ان پر جلد کام کا آغاز ہو جائے گا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں اسی سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت نومہینے بجٹ کو پاس ہوئے گزر گئے ہیں۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

گورنمنٹ چوبرجی گارڈن اسٹیٹ کوارٹرز میں ٹیوب ویل کا ٹرانسفارمر لگانے سے متعلقہ تفصیلات

*5305: محترمہ فائزہ احمد ملک: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ چوبرجی گارڈنز اسٹیٹ ملتان روڈ لاہور میں بڑی گراؤنڈ کے ساتھ واٹر سپلائی کی فراہمی کے لئے نصب ٹیوب ویل کا ٹرانسفارمر خراب ہونے کی وجہ سے

اتار لیا گیا ہے اور ٹیوب ویل آٹھ ماہ سے بند پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے کالونی کے مکینوں کو پانی کی فراہمی میں تعطل آ گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کالونی کے مکینوں نے ایس ڈی او چوبرجی کوارٹرز اور دیگر متعلقہ افسران کو ٹرانسفارمر کو دوبارہ لگانے کے لئے گزارشات کیں اس کے باوجود آج تک ٹرانسفارمر نہیں لگایا گیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایس ڈی او چوبرجی کوارٹر نے ٹیوب ویل پر دوبارہ ٹرانسفارمر لگانے کے لئے واپڈا سے رابطہ کیا ہے اگر رابطہ کیا ہے تو کتنی دفعہ، اس کی تفصیل اور ثبوت فراہم کریں؟

(د) کیا حکومت آٹھ ماہ سے خراب ٹرانسفارمر دوبارہ نہ لگانے پر ایس ڈی او چوبرجی کوارٹرز سمیت دیگر متعلقہ ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے اور دوبارہ ٹرانسفارمر لگوانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) درست نہ ہے، گورنمنٹ چوبرجی گارڈن اسٹیٹ کالونی ملتان روڈ کا ٹرانسفارمر چوری ہو گیا تھا جس کی ایف آئی آر ایس ڈی او بلڈنگز سب ڈویژن نمبر 2 چوبرجی گارڈن اسٹیٹ نے پولیس سٹیشن لٹن روڈ میں رجسٹرڈ کرادی تھی۔ کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں چوبرجی گارڈن اسٹیٹ میں الاٹیوں کو پانی کی فراہمی کے لئے دو ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں جن کے ذریعے ڈائریکٹ اور بذریعہ اوورہیڈ ٹینکی کے ذریعے کالونی کے مکینوں کو پانی کی فراہمی بلا تعطل جاری رہی ہے۔

(ب) درست نہ ہے محکمہ نے واپڈا کے دفتر کے ساتھ باقاعدہ process کیا ہے اور ٹرانسفارمر موقع پر لگایا جا چکا ہے۔

(ج) واپڈا کی جانب سے ڈیمانڈ نمبری 623 بتاریخ 23-02-2015 مبلغ -/480400 جاری ہوا جس کی ادائیگی بذریعہ چیک نمبر E793948 بتاریخ 26-02-2015 کر دی گئی ہے اور ٹرانسفارمر لیسکو کی جانب سے لگا دیا ہے۔

(د) ایضاً۔

گوجرانوالہ روڈ پر رنجائی روڈ پر اوور ہیڈ برج کی تعمیر

*5407: جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسکہ گوجرانوالہ روڈ پر واقع گاؤں رنجائی جو کہ سڑک کے شرقی اور غربی سائیڈ پر آبادی پر مشتمل ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ دونوں اطراف کے لوگوں کو سڑک عبور کرنے کے لئے کوئی اوور ہیڈ برج نہ ہے جس کی وجہ سے گزشتہ دو سالوں میں 15 اموات ہو چکی ہیں؟

(ج) حکومت کب تک یہ پل بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) یہ درست ہے کہ گاؤں رنجائی کی آبادی ڈسکہ گوجرانوالہ روڈ کے دونوں جانب شرقی اور غربی اطراف پر مشتمل ہے۔ جس کی لمبائی 2000 فٹ ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ دونوں اطراف کے لوگوں کو سڑک عبور کرنے کے لئے کوئی اوور ہیڈ برج نہ ہے جس کی وجہ سے حادثات ہوتے رہتے ہیں۔

(ج) فی الحال گاؤں رنجائی میں اوور ہیڈ برج کا کوئی منصوبہ زیر غور نہ ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب کی زیر تعمیر نئی بلڈنگ سے متعلقہ تفصیلات

*6114: راجہ عبدالحنیف: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبائی اسمبلی پنجاب کی نئی بلڈنگ کا کام کتنے فیصد مکمل ہو چکا ہے اور کتنا کام بقایا ہے، بقایا کام کے لئے کتنی رقم درکار ہے تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا حکومت اس نئی بلڈنگ کی تعمیر جلد از جلد کروانے کے لئے فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) نئی پنجاب اسمبلی بلڈنگ ADP کی دو سکیموں پر مشتمل ہے۔

1۔ ایڈیشنل اسمبلی بلڈنگ، جس کا تخمینہ لاگت 1470.196 ملین روپے ہے جس میں سے 942.632 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں جو کہ تخمینہ لاگت کے 64 فیصد بنتے ہیں۔ ADP2015-16 میں اس پراجیکٹ کے لئے 200.000 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔اس کے موصول ہونے کے بعد اس بلڈنگ کو مکمل کرنے کے لئے 327.564 ملین روپے مزید فنڈز درکار ہوں گے۔

2۔ ایکسٹینشن اسمبلی بلڈنگ، (سیشن ہال) جس کا تخمینہ لاگت 1053.195 ملین روپے ہے جس میں سے 415.537 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں، جو کہ تخمینہ لاگت کا 40 فیصد بنتے ہیں۔ اس پراجیکٹ کے لئے 2015-16 ADP میں 200.000 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس کے موصول ہونے کے بعد اس بلڈنگ کو مکمل کرنے کے لئے 437.658 ملین روپے مزید فنڈز درکار ہوں گے۔

دونوں بلڈنگز کا کل تخمینہ لاگت 2523.391 ملین روپے ہے جس میں سے 1358.169 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ جو کہ دونوں بلڈنگز کو 53 فیصد بنتا ہے اور دونوں بلڈنگز کو مکمل کرنے کے لئے مزید 765.222 ملین روپے فنڈز درکار ہوں گے۔

(ب) حکومت اس کو تعمیر کرنے کے لئے فنڈز مہیا کر رہی ہے اس کے مطابق اس مالی سال میں 400.000 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اور ان کے استعمال ہونے کے بعد بقایا رقم بھی مہیا کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ: محکمہ شاہرات کے عملہ سے متعلقہ تفصیلات

*6126: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں محکمہ شاہرات کے زیر انتظام سڑکوں کی کل لمبائی کتنی ہے؟

(ب) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ مں ان شاہرات کی دیکھ بھال کے لئے کتنا عملہ مقرر ہے، ان کی تعداد اور گریڈ کی تفصیلات سے آگاہ کریں؟

(ج) کیا محکمہ کے پاس شاہرات کے لئے متعین یارڈ سٹک کے مطابق عملہ موجود ہے؟

(د) اگر جز (د) کا جواب نفی میں ہے تو کیا محکمہ اس کو یارڈ سٹک کے مطابق کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں محکمہ شاہرات کے زیر انتظام 18 سڑکات ہیں جن کی کل لمبائی 397 کلو میٹر ہے جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں شاہرات کی دیکھ بھال کے لئے مندرجہ ذیل عملہ مقرر ہے۔

سیریل نمبر	پوسٹ کا نام	تعداد	گریڈ
1	ہائی وے انسپکٹر	3	6
2	روڈ میٹ	13	3
3	روڈ بیلدار	62	2

عملہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں محکمہ کے پاس شاہرات کے لئے متعین یارڈ سٹک کے مطابق عملہ موجود نہ ہے۔ محکمہ کو یارڈ سٹک کے مطابق 132 روڈ بیلدار درکار ہیں۔ مگر محکمہ کے پاس کل 62 بیلدار موجود ہیں۔

(د) محکمہ یارڈ سٹک کے مطابق روڈ بیلدار بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق بھرتی کئے جائیں گے۔

علی پور تا مظفر گڑھ سڑک سے متعلقہ تفصیلات

*6134: محترمہ فائزہ احمد ملک: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) علی پور تا مظفر گڑھ پر اونشل ہائی وے سڑک کی تعمیر کب کی گئی تھی، اس سڑک کی لمبائی اور چوڑائی کتنی ہے، اس سڑک پر روزانہ کتنی گاڑیاں گزرتی ہیں، یہ سڑک جب بنائی گئی تھی تو اس وقت کتنی گاڑیوں کے روزانہ گزرنے کا اندازہ کیا گیا تھا؟

(ب) کیا اس سڑک کی چوڑائی اس وقت اس پر گزرنے والی ٹریفک کے لئے کافی ہے اگر کم ہے تو پھر اس کی چوڑائی میں یا کشادگی کب تک کی جائے گی؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف)

(i) سڑک ہذا قیام پاکستان سے موجود ہے لیکن اس کی کشادگی و اصلاح تقریباً 1990 میں '20 ہوئی تھی بعد میں وقتاً فوقتاً اس کی کشادگی اور اصلاح مختلف مقامات پر ہوتی رہی ہے۔ پلاننگ اینڈ

ڈویلپمنٹ directorate کے ٹریفک سروے کے مطابق اس سڑک سے روزانہ کی بنیاد پر گزرنے والی ٹریفک کی تعداد درج ذیل ہے:

سال	P&D Directorate کے مطابق گاڑیوں کی تعداد	مقام
2007	3702	علی پور بمقام ہیڈ پنجند
	8757	مظفر گڑھ سٹی بمقام مظفر گڑھ بائی پاس
2010	4531	علی پور بمقام ہیڈ پنجند
	9696	مظفر گڑھ سٹی بمقام مظفر گڑھ بائی پاس
2014	4801	علی پور بمقام ہیڈ پنجند
	11382	مظفر گڑھ سٹی بمقام مظفر گڑھ بائی پاس
2015	5183	علی پور بمقام ہیڈ پنجند
	12122	مظفر گڑھ سٹی بمقام مظفر گڑھ بائی پاس

(ii) درج بالا سڑک کی موجودہ چوڑائی مختلف جگہوں پر درج ذیل ہے۔

موجودہ چوڑائی	علی پور مظفر گڑھ کلومیٹر	مقام
'24 کارپٹ (شولڈر '4+'4)	846.54 تا 867.54 لمبائی 21 کلومیٹر	علی پور تا شہر سلطان
'24+'24 دورویہ (T.S.T)	867.54 تا 869.54 لمبائی 2 کلومیٹر	سٹی شہر سلطان
'20 چوڑائی (T.S.T)	869.54 تا 874.74 لمبائی 5.20 کلومیٹر	شہر سلطان تا مسو شاہ
'24 کارپٹ (شولڈر '4+'4)(T.S.T)	874.74 تا 889.74 لمبائی 15 کلومیٹر	مسو شاہ تا روہیلانوالی
'24 چوڑائی (T.S.T)	889.74 تا 924.14 لمبائی 34.40 کلومیٹر	روہیلانوالی تا علی پور بائی پاس
'24+'24 دورویہ کارپٹ (شولڈر '4+'4)	924.14 تا 928.39 لمبائی 4.25 کلومیٹر	مظفر گڑھ شہر

(ب) اس سڑک کی 81.85 کلومیٹر لمبائی میں سے 76.65 کلومیٹر سڑک کو چوڑا کیا جا چکا ہے اور صرف 5.20 کلومیٹر سڑک 20 فٹ چوڑائی میں ہے۔ حکومت کے منظور کردہ سالانہ ترقیاتی پروگرام 16-2015 میں یہ منصوبہ موجود نہ ہے تاہم حکومت کی منظوری اور فنڈز کی فراہمی سے بقایا سڑک کو بھی چوڑا کیا جا سکتا ہے۔

سرگودھا تا خوشاب دورویہ سڑک سے متعلقہ تفصیلات

*6155: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سرگودھا تا میانوالی براستہ خوشاب، جوہر آباد روڈ کی تعمیر کب کی گئی، اس پر کل کتنی لاگت آئی تھی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ یہ سڑک سرگودھا تا خوشاب دورویہ نہ ہونے کی وجہ سے آئے روز اس پر حادثات رونما ہو رہے ہیں؟

(ج) کیا حکومت اس سڑک کو دورویہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف)

(1) ضلع سرگودھا کی حدود میں سڑک لاہور سرگودھا میانوالی بنوں روڈ کلومیٹر 126 تا 164.50 کلومیٹر ایڈیشنل کیرج وے مقررہ میعاد کے اندر مکمل ہو چکی ہے جس کی لاگت پر مبلغ 16.838 ملین روپے خرچ ہوئے۔

(2) ضلع خوشاب کی حدود میں اس سڑک کا کلومیٹر نمبر 214.60 تا 206 کلومیٹر انجینئرنگ سیل نے 10-2009 میں تعمیر کی کلومیٹر نمبر 222.37 تا 267.25 کلومیٹر امسال دورویہ زیر تعمیر ہے جس کی تخمینہ لاگت مبلغ 414 ملین روپے ہے اس کی تکمیل میعاد 15 ماہ ہے۔ مقررمدت میں مکمل ہو جائے گی۔

(3) ضلع میانوالی کی حدود میں مذکورہ سڑک از کلومیٹر 267.37 تا 298.00 ہے جس میں 30.51 کلومیٹر کی بہتری وکشادگی کا کام مئی 2004 میں شروع ہوا اور جولائی 2005 میں مکمل ہو گیا جس پر مبلغ 113.893 ملین روپے لاگت آئی۔

(ب)

(1) ضلع سرگودھا کی حدود میں مذکورہ سڑک کلومیٹر نمبر 126 تا 173 (47) کلومیٹر دورویہ ہے باقی سڑک سنگل ہے۔ سڑک کی حالت ٹھیک ہے۔ بائی پاس روڈ کو دورویہ کرنے سے حادثات کم ہو سکتے ہیں۔

(2) ضلع خوشاب کی حدود میں سڑک دورویہ نہ ہونے کی وجہ سے آئے روز حادثات ہو رہے ہیں اور اسے دورویہ کرنے سے حادثات کم ہو سکتے ہیں۔

(3) ضلع میانوالی کی حدود میں مذکورہ سڑک دورویہ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ حادثات ہوتے ہیں۔

(ج)

(1) ضلع سرگودھا کی حدود میں مذکورہ سڑک کلومیٹر نمبر 126 تا 173 (47) کلومیٹر دورویہ ہے جبکہ کلومیٹر 173 تا 189 سڑک کی چوڑائی 30.06 فٹ ہے دورویہ کرنے کے لئے کوئی منظوری نہ ہے۔

(2) ضلع خوشاب کی حدود میں سڑک دورویہ بنانے کے لئے وزیر اعظم پاکستان نے حکم صادر فرمایا ہے۔ اس سڑک کا رف کاسٹ ایسٹیمیٹ 5230.426 ملین روپے ہے جو حکومت پنجاب لاہور کو مورخہ 06-12-2014 کو ارسال کیا جا چکا ہے مزید کوئی پیشرفت نہ ہے۔

(3) ضلع میانوالی کی سڑک کے متعلق ملک شاکر بشیر اعوان ایم این اے ڈسٹرکٹ خوشاب کی درخواست جو کہ بذریعہ مواصلات و تعمیرات ڈیپارٹمنٹ موصول ہوئی جس پر عمل کرتے ہوئے سڑک کو دورویہ بنانے کے لئے feasibility report جس کی تخمینہ لاگت مبلغ 12551.941 ملین روپے بنتی ہے حکومت کو بھجوادی گئی ہے۔

ہائی وے اور بلڈنگ سب ڈویژن فورٹ عباس کی بحالی کا مسئلہ

*6215: جناب محمد نعیم انور: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل فورٹ عباس میں بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ اور ہائی وے ڈیپارٹمنٹ کے سب ڈویژن عرصہ دراز سے قائم تھے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کچھ عرصہ قبل بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ، ہائی وے ڈیپارٹمنٹ سب ڈویژن فورٹ عباس کو ختم کر کے ہارون آباد بلڈنگ اور ہائی وے ڈیپارٹمنٹ سب ڈویژن میں ضم کر دیا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل فورٹ عباس جس میں چولستان بھی شامل ہے رقبہ کے لحاظ سے ایک بڑی تحصیل ہے ضلعی ہیڈکوارٹر سے 200 کلو میٹر دور تک پھیلی ہوئی ہے، کیا ہارون آباد سے آکر ترقیاتی کاموں کی نگرانی کرنا ممکن ہے؟

(د) کیا حکومت ہائی وے سب ڈویژن اور بلڈنگ سب ڈویژن فورٹ عباس کو بحال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) درست نہ ہے تحصیل فورٹ عباس میں ہائی وے ڈیپارٹمنٹ کی کوئی سب ڈویژن نہ تھی۔

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) ضلعی حکومت کے تحت تحصیل فورٹ عباس میں ڈی ڈی او (روڈز) اور ڈی ڈی او (بلڈنگز) کی پوسٹیں موجود تھیں مورخہ 04-04-2011 کو حکومت پنجاب کی مروجہ پالیسی کے تحت محکمہ مواصلات و تعمیرات کی 80 پوسٹوں کو ختم کر دیا گیا تھا جس میں یہ دونوں پوسٹیں شامل تھیں۔

(د) فی الحال ایسی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

ہارون آباد تا فورٹ عباس سڑک کی کشادگی کا مسئلہ

*6225: جناب محمد نعیم انور: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہارون آباد تا فورٹ عباس اور فورٹ عباس تا مروٹ سڑکیں ٹریفک کے دباؤ اور رش کے حساب سے چھوٹی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ دونوں سڑکیں مکمل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں، عرصہ دراز سے ان کی تعمیر و مرمت نہیں ہو رہی ہے؟

(ج) کیا حکومت ان دونوں سڑکوں کو کارپٹ روڈ کرنے اور چوڑا کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) یہ درست ہے کہ ہارون آباد تا فورٹ عباس۔ مروٹ سڑک ٹریفک کے دباؤ اور رش کے حساب سے چھوٹی ہے۔

(ب) اس سڑک پر باقاعدگی سے پیچ ورک کیا جاتا ہے۔ یہ سڑک پیچ فری ہے جبکہ ہارون آباد فورٹ عباس روڈ پر ریسرفیسنگ بھی کی جا چکی ہے۔ سڑکات کی چوڑائی کم ہے لیکن ہر سال باقاعدگی سے پیچ ورک ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے سڑکیں ٹریفک کے لئے مناسب ہیں۔

(ج) دونوں سڑکوں کو کارپٹ کرنے اور چوڑی کرنے کے لئے ADP-2015-16 میں منظور کرنے کے لئے لکھا تھا جبکہ ایک سڑک فورٹ عباس تا مروٹ لمبائی 50 کلو میٹر میں سے 16 کلو میٹر کی منظوری گورنمنٹ آف پنجاب نے دے دی ہے فنڈز کی کمی کی وجہ سے اس سڑک کے تین گروپ بنائے گئے ہیں جن کے لئے ٹھیکیداروں کی پری کوالیفکیشن کا اشتہار دیا گیا اور گروپ نمبر 1 کی پری کوالیفکیشن کے بعد اس کے ٹینڈر کے لئے مورخہ 28.01.16 کو مختلف پری کوالیفائیڈ ٹھیکیداروں کو حصہ لینے کے لئے تحریری طور پر کہا گیا مگر کسی بھی فرم نے ٹنیڈر میں حصہ نہ لیا اور اب اس سڑک کا ٹینڈر دوبارہ مورخہ 03.02.16 کو کال کیا گیا ہے۔

چنیوٹ جھنگ روڈ، چنیوٹ سرگودھا روڈ، چنیوٹ لاہور روڈ

سے متعلقہ تفصیلات

*6481:الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیاوزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چنیوٹ جھنگ، چنیوٹ سرگودھا روڈ، چنیوٹ لاہور روڈ موجودہ ٹریفک کی کیپسٹی اور وزن برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں اور جگہ جگہ ان سڑکوں پر نالیاں بن گئی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جب یہ روڈ بنائے گئے تھے تو اس وقت ٹریفک کارش بہت کم تھا، اب اس سڑک کے ذریعے پورے ملک میں کریش سپلائی کی جاتی ہے اور ٹریفک کا رش بہت بڑھ گیا ہے؟

(ج) اگر مذکورہ بالا سوالات کا جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت ان روڈز کو ون وے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک ان روڈ کو ون وے کر دیا جائے گا؟

(د) چنیوٹ فیصل آباد روڈ جسے ون وے کرنے کا ٹھیکہ دے دیا گیا ہے اس پر کب تک کام شروع کر دیا جائے گا اور اس کی تاریخ تکمیل کیا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ان تمام روڈز پر ٹریفک کا رش بہت زیادہ ہے اور وزن کنٹرول کرنے کے لئے کوئی weigh bridge اور axle load enforcement کا طریق کار نہ ہے۔ ان سڑکات کو محفوظ رکھنے کے لئے axle load کو کنٹرول کرنا انتہائی ضروری ہے۔ یہ تمام سڑکات مواصلات و تعمیرات پراجیکٹ انجینئرنگ سیل کے زیر نگرانی باقاعدہ بمطابق ڈیزائن تقریباً عرصہ پانچ سے دس سال قبل مکمل کی گئی تھیں۔ جھنگ چنیوٹ روڈ پر اوور لوڈڈ کرش بجری والے ٹرکوں کے axle load زیادہ ہونے کی وجہ سے wheel ruts پڑتے رہتے ہیں جن کو گاہے بگاہے cold milling سے ختم کر دیا جاتا ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے کہ جب ان سڑکات کو بنایا گیا تھا اُس وقت ٹریفک کا رش بہت کم تھا، اور اب ان سڑکات کے ذریعے پنجاب کے بیشتر اضلاع کو پتھر، بجری، کرش سپلائی کی جاتی ہے۔

(ج) ان سڑکات میں سے فیصل آباد۔چنیوٹ روڈ PPP Mode کے تحت one way کرنے کا منصوبہ پنجاب حکومت کے زیر غور ہے۔ جس کا PC-I تیاری کے مراحل میں ہے جبکہ بقیہ سڑکات کو آئندہ سالوں کے ترقیاتی پروگراموں میں شامل کیا جائے گا۔

(د) چنیوٹ فیصل آباد روڈ کو one way کرنے کے لئے اس سال PC-II کی مد میں مبلغ 14.699 ملین روپے رکھے گے ہیں اور مشاورتی فرم فزیبلٹی سٹڈی کر رہی ہے۔اس کے بعد کنسٹرکشن PPP Mode کے تحت متوقع ہے۔
ابھی تک تعمیر کا کام الاٹ نہیں ہوا لہٰذا تاریخ تکمیل بتانا قبل از وقت ہے۔

لاہور: چوبرجی کوارٹرز کی سڑکات کی ٹوٹ پھوٹ سے متعلقہ تفصیلات

*6712: میاں طاہر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملتان روڈ سے فیروزپور روڈ تک گندے نالے کے ساتھ سڑک کے منصوبے کے لئے بھاری ٹرک، مشینری بجری اور دیگر سامان چوبرجی گارڈنز اسٹیٹ لاہور کی اندرونی سڑکوں کے ذریعے آتی جاتی رہی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ وجہ سے چوبرجی گارڈنز اسٹیٹ کی سڑکات بُری طرح ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں؟

(ج) کیا حکومت متذکرہ سڑکات بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) یہ درست ہے کہ چوبرجی گارڈن اسٹیٹ لاہور کی چند سڑکیں تعمیراتی سامان لانے اور لے جانے کے لئے استعمال ہوتی رہی ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ چند سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہیں۔

(ج) سی اینڈ ڈبلیو ڈیپارٹمنٹ نے LDA/TEEPA سے رابطہ کیا جس کی بناء پر ان سڑکوں کی مرمت کا کام LDA/TEEPA نے take up کیا اور کام مکمل کر دیا ہے۔

لاہور: وحدت کالونی میں سرکاری ٹیوب ویل سے متعلقہ تفصیلات

*7021: میاں طاہر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) وحدت کالونی لاہور میں کتنے سرکاری ٹیوب ویل برائے پانی سپلائی کہاں کہاں نصب ہیں۔ کتنے ورکنگ کنڈیشن میں ہیں اور کتنے کب سے بند پڑے ہیں؟

(ب) ان ٹیوب ویلوں کو چلانے کے لئے کتنے ٹیوب ویل آپریٹرز تعینات کئے گئے ہیں ان کے نام، ولدیت اور پتا جات بتائیں اور ان کے ڈیوٹی ٹائم کیا ہیں۔ ڈیوٹی روسٹر کی نقل فراہم کریں؟

(ج) ان ٹیوب ویلوں سے روزانہ کتنے گھنٹے پانی فراہم کیا جاتا ہے اور یہ کتنے سے کتنے بجے تک چلائے جاتے ہیں؟

(د) کیا ان ٹیوب ویلوں اور ان کو چلانے والے ٹیوب ویل آپریٹرز کو چیک کیا جاتا ہے، یکم جنوری 2015 سے آج تک ان کی چیکنگ جن افسران نے کی ان کے نام، عہدہ اور تاریخ مع ٹائم کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) کیا یہ ٹیوب ویل صرف بجلی کی سپلائی کے وقت چلتے ہیں یا لوڈ شیڈنگ میں بھی ان کو چلانے کا انتظام ہے اگر ہاں تو لوڈ شیڈنگ کے وقت ان کو چلانے کے لئے کیا متبادل انتظام کیا گیا ہے؟

(و) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ ان ٹیوب ویلوں کو چلانے والے آپریٹرز صرف ان کی یونین کے عہدہ داران کے احکامات کے مطابق ٹیوب ویل چلاتے اور بند کرتے ہیں۔ ان کو کوئی چیکنگ کرنے والا نہ ہے خاص کر "بی" بلاک میں یہ صورتحال بہت زیادہ گھمبیر ہے۔ اس بابت حکومت کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) وحدت کالونی میں کل 6 ٹیوب ویل ہیں اور تمام ورکنگ حالت میں ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) گول باغ (2-Cuses and 100-H.P Motor)

(2) سی بلاک مارکیٹ (2-Cuses and 80-H.P Motor)

(3) بخاری مارکیٹ (1-Cuses and 60-H.P Motor)

(4) ایف سی بلاک (2-Cuses and 80-H.P Motor)

(5) وی بلاک (2-Cuses and 80-H.P Motor)

(6) او بلاک گرین بیلٹ (2-Cuses and 60-H.P Motor)

(ب) جی ہاں! ان ٹیوب ویلوں کو چلانے کے لئے ٹیوب ویل آپریٹر تعینات کئے گئے ہیں۔ ایک ٹیوب ویل پر 4 آپریٹر تعینات کئے گئے ہیں جو کہ تین شفٹ میں ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں ان کی تفصیل اور ڈیوٹی روسٹر ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) ان ٹیوب ویلوں سے روزانہ تقریباً 14 گھنٹے پانی فراہم کیا جاتا ہے اور صبح 3 بجے سے رات 12 بجے تک چلائے جاتے ہیں اور ہر دو گھنٹے بعد ایک گھنٹہ بند کیا جاتا ہے۔

(د) جی ہاں! ان ٹیوب ویلوں اور آپریٹرز کو چیک کرنے کے لئے سپروائزر ہوتے ہیں جو کہ روزانہ کی بنیاد پر ان کی حاضری چیک کرتے ہیں جبکہ سب انجنیئر انچارج اور متعلقہ ایس ڈی او بھی وقتاً فوقتاً چیک کرتے ہیں۔

(ہ) ان چھ ٹیوب ویلوں میں سے درج ذیل دو ٹیوب ویلوں پر جنریٹر کی سہولت موجود ہے۔

(1) گول باغ (2-Cuses and 100-H.P Motor)

(2) وی بلاک (2-Cuses and 80-H.P Motor)

جبکہ باقی ٹیوب ویل صرف بجلی کی سپلائی کے وقت چلتے ہیں۔

(و) یہ درست نہ ہے۔ ٹیوب ویل آپریٹر اپنے شیڈول کے مطابق ٹیوب ویل چلاتے اور بند کرتے ہیں۔ یونین کے کسی عہدہ دار کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

راجووال تا ہیڈ گل شیر (اوکاڑہ) کینال روڈ کی تعمیر کا مسئلہ

*7196: محترمہ لبنیٰ ریحان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پل نہر راجووال تا ہیڈ گل شیر تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ کینال روڈ 24 کلومیٹر سال 2015 میں از سر نو تعمیر کی گئی ہے اگر ہاں یہ تو سڑک کس کمپنی یا ٹھیکیدار نے تعمیر کی اس پر کل کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سڑک بے شمار جگہوں سے بیٹھ گئی ہے اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ٹھیکیداروں / کمپنیوں کے خلاف کارروائی کرنے اور مذکورہ سڑک کو مرمت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):

(الف) راجووال تا ہیڈ گل شیر بی ایس لنک کینال سڑک کی از سر نو تعمیر نہ کی گئی ہے بلکہ پرانی سڑک پر صرف بحالی و مرمت کا کام کیا گیا ہے۔ منصوبہ کا تخمینہ لاگت 83.400 ملین روپے تھا جس کا کام مورخہ 11-06-2014 کو میسرز عدنان کنسٹرکشن کمپنی کو آلاٹ ہوا اور میسرز ACE

کنسلٹنٹ کے زیر نگرانی مورخہ 15-05-31 کو مکمل ہوا۔ سڑک مذکورہ کی بحالی و مرمت پر 76.364 ملین رقم خرچ ہوئی۔

(ب) سڑک مذکورہ بی ایس لنک کینال کے بائیں کنارے پر واقع ہے جس کی اونچائی تقریباً 6 سے 8 فٹ ہے۔ سڑک کی اونچائی زیادہ ہونے کے باعث بارشوں کے دوران سڑک مذکورہ کے ساتھ بائیں پشتے پر مٹی میں گھارے پڑ گئے تھے اور جن کی وجہ سے سڑک بھی چند مقامات پر بیٹھ گئی تھی جس کی بروقت مرمت بھی مذکورہ ٹھیکیدار نے کر دی ہے۔

(ج) سڑک مذکورہ کی بحالی و مرمت کا کام ٹھیکیدار نے specifications کے مطابق میسرز ACE کنسلٹنٹ کی زیر نگرانی مکمل کیا اور سڑک کی موجودہ حالت بھی ٹھیک ہے مزید برآں ٹھیکیدار مورخہ 2016-05-31 تک سڑک کی ہر قسم کی ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کا ذمہ دار ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چنیوٹ کی ترقیاتی سکیموں کے نام درست کرنے کا مطالبہ

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! نو مہینے گزرنے کے باوجود ابھی تک محکمہ مواصلات و تعمیرات کے پاس اس کی correction بھی نہیں پہنچی۔ دوسری بات میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں اپنی ان دونوں سکیموں کے نام درست کروانے کے لئے گیا۔ میری ایک اور سکیم جو دریائے چناب سے متعلق تھی اس کو "بڈھا دریا" کہتے ہیں۔ جب ہم نے اس سکیم کے بارے میں پتا کیا کہ نو مہینے ہو گئے ہیں میری وہ سکیم کہاں چلی گئی؟ تو وہاں اس سکیم کے آگے لکھا ہوا تھا ضلع بہاولنگر یعنی ان نو مہینوں میں وہ سکیم بہاولنگر میں پہنچ گئی ہے۔ میرا اب سوال یہ ہے کہ کس اہلکار نے غلط کاری کی ہے اس اہلکار کا پتا چلایا جائے جس نے میری چنیوٹ کی سکیم کو رلا کر رکھ دیا اور دوسری سکیم کو بہاولنگر پہنچا دیا ہے۔ اب وزیر موصوف یہ بتائیں کہ کب تک ان تینوں پلوں پر کام شروع ہو جائے گا؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):
جناب سپیکر! آپ نے تو کہا ہے کہ وقفہ سوالات ختم ہو گیا ہے۔
جناب سپیکر: سوالات تو ختم ہو گئے ہیں۔ یہ ان کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک):
جناب سپیکر! چنیوٹی صاحب نے جس طرح سے mention کیا ہے ان کی یہ باتیں ٹھیک ہیں میں نے تو crux of the story تو بتا دی ہے کہ ان کے پلوں کا جو مسئلہ تھا وہ محکموں کے اندر allocation میں مسئلہ تھا جس کی وجہ سے وہ سکیمیں غلط جگہ پر چلی گئی تھیں۔ انہوں نے بھی محنت کی اب وہ سکیمیں trace out ہو گئی ہیں۔ ان کے جو دونوں پراجیکٹس ہیں جس میں pedestrian bridge اور دوسرا ان کا پل کا مسئلہ بھی ہے ان کا پی سی ون تیار ہو چکا ہے اور انشاء اللہ ان دونوں پر بہت جلد کام کا آغاز ہو جائے گا۔
جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ ان کے ساتھ رابطہ کر لیں تو بہتر رہے گا تاکہ ان کی باتوں کو آپ غور سے سن بھی پائیں اور عمل بھی کروا سکیں۔
الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! یہ میرے دو پراجیکٹ نہیں بلکہ تین ہیں۔
جناب سپیکر: اس وقت توجہ دلاؤ نوٹسز کا وقت تھا، وزیر قانون تشریف لے آتے ہیں تو پھر ان کو take up کرتے ہیں۔
ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور ٹیچنگ ہسپتال وکٹوریہ بہاولپور کی درمیانی سڑک پر اوورہیڈ برج کی تعمیر کا مطالبہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس وقت وزیر مواصلات و تعمیرات یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ اس ایک سال پہلے وقفہ سوالات میں میری طرف سے ایک سوال تھا اور اس میں میں نے یہ تذکرہ کیا تھا کہ بہاولپور شہر کے اندر جو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے، ٹیچنگ ہسپتال بہاولپور

وکٹوریہ ہسپتال ہے۔اس کے سامنے میڈیسن مارکیٹ ہے اور درمیان میں ایک بڑی سڑک ہے۔اس پر بہت زیادہ ٹریفک ہوتی ہے اور جب عجلت اور پریشانی میں مریض کے لواحقین دوائی لینے آتے ہیں تو اس موقع پر بڑے خطرناک حادثات ہوتے ہیں۔اس وجہ سے وہاں پر کئی جانیں بھی ضائع ہوئی ہیں اور میں نے یہ تجویز کیا تھا، گزارش کی تھی یہاں اس مقام پر جس طرح لاہور میں جگہ، جگہ اوور ہیڈ اور انڈر پاسز بنے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا بہاولپور میں اس مقام پر ایک اوور ہیڈ برج فراہم کر دیں گے تاکہ ہماری یہ مشکل حل ہو جائے اس پر انہوں نے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم اسے consider کریں گے۔اتفاق سے وزیر موصوف تشریف فرما ہیں میں آپ کے توسط سے ان کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اب جو 17-2016 کا مالی سال آئے گا اس میں ہم اس کی بھیک مانگتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کے محروم لوگوں کے لئے BVH کے سامنے ہمیں اوور ہیڈ برج دے دیں تاکہ ہماری یہ مشکل حل ہو جائے۔کیا یہ اس کو consider کرنے کے لئے تیار ہیں؟

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پہلے ڈاکٹر صاحب کی بات کا جواب تو لینے دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ان کے بعد میری باری ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے جس بات کی نشاندہی کی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں آپ کی باری نہیں آنی۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے جس چیز کی نشاندہی کی ہے۔میری استدعا ہوگی کہ یہ اس کو in writing بھی دے دیں انشاء اللہ محل وقوع دیکھتے ہوئے اور جس طرح آپ کہہ رہے ہیں definitely اس کی need ہوگی۔محکمہ کی طرف سے جو proposals آگے گورنمنٹ کو جائیں گی انشاء اللہ ہم ان میں اس proposal کو بھی شامل کر لیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، میاں محمد رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! ضمنی سوال سے میرا سوال جاری ہے کہ۔۔۔
قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! وقفہ سوالات ختم ہو گیا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: میاں صاحب بزرگوں میں شامل ہیں ذرا مہربانی فرمائیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ وہ سوالات پر بات نہیں کر رہے بلکہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔
میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر سوال نمبر 3722 سے متعلقہ ہے۔
جناب سپیکر: وہ چلے گئے اب اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا جائے گا۔
میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بھلے چلے گئے۔
جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ آپ علیحدہ ان سے مل کر اپنی تکلیف بتا دیں۔ آپ اتنے بزرگ ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں اچھا نہیں لگتا۔ بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔ جی، شہاب الدین خان صاحب!
سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! بہت مہربانی، آج بڑے عرصے کے بعد وزیر مواصلات تشریف لائے ہیں۔
جناب سپیکر: جب ان کی باری آتی ہے وہ ضرور آتے ہیں۔ آپ کی یہ کیا بات ہوئی؟ وہ تو ویسے بھی آتے رہتے ہیں۔

پولیس لائن لیّہ سے قاضی آباد دو رویہ سڑک کے بقایا حصہ کی تعمیر کا مطالبہ

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میری بات تو سنیں۔ آج سے دو سال پہلے اسی ایوان میں آپ نے ایک رولنگ دی تھی میں اس کی تاریخ بھی بتا دوں گا، ایک سڑک پولیس لائن لیہ سے قاضی آباد دو رویہ بن رہی تھی اس کا صرف چھ کلو میٹر بقایا بچتا ہے جسے چھ سال ہو گئے ہیں۔ ہم جنوبی پنجاب والے کیوں نہ چیخیں، ہم کیوں نہ اپنا حق مانگیں؟ اس سڑک پر حادثات کے نتیجے میں سات آٹھ لوگ فوت ہو چکے ہیں۔ کیا اس ایوان کی sanctity یہی ہے کہ یہاں پر جو بھی رولنگ ہو اس کا پھر پتا ہی نہ ہو؟ یہاں پر ایوان میں منسٹر صاحب commit کرتے ہیں اور چھ سال تک اس سڑک کا پتا ہی نہیں ہے۔
جناب سپیکر: پتا کروا لیتے ہیں۔ آپ لکھ کر دیں کہ وہ کون سی سڑک ہے پھر آپ کو بتاتے ہیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں۔ لیہ میں لیہ کروڑ لعل عیسن بائی پاس بنا جس پر 12 کروڑ روپیہ خرچ آیا ابھی اسے بنے چھ ماہ ہوئے ہیں لیکن اس سڑک کا نام ونشان نہیں ہے۔ کیا محکمے کا یہ check and balance ہے؟

جناب سپیکر: اس کو کیا ہو گیا ہے؟

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! اسے بنے ایک سال بھی نہیں ہوا اور وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی ہے۔ یہاں نوکر شاہی بھی موجود ہو گی میں منسٹر صاحب سے عرض کروں گا کہ یہ جائیں اور دیکھیں کہ لیہ میں ان کے ڈیپارٹمنٹ میں کتنی کرپشن ہو رہی ہے۔ اتنی کرپشن ہو رہی ہے کہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان کو لیہ کا پتا بھی نہیں ہے چونکہ ان کو فیصل آباد سے آگے صوبہ پنجاب نظر نہیں آتا۔ ہم کیوں چیختے ہیں اور علیحدہ صوبے کی بات کرتے ہیں خدارا اس طرف دیکھیں، اس طرف جائیں۔ اگر میں ان سڑکوں کا ذکر کروں تو آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے یہاں پر 14-2013 اور 15-2014 کے شوگر کین سیس فنڈ پر کمیٹی بنائی تھی۔ یہ وہ فنڈ ہے جو ہم کسانوں کے خون پسینے سے تیار کردہ گنے پر دو روپے فی من کٹوتی ہوتی ہے۔ کیا تخت لاہور والے وہ پیسے بھی یہاں رکھیں گے؟ ان کو واپس نہیں بھیجتے تاکہ وہاں سڑکیں مرمت ہوں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ خدارا اس ایوان میں آپ کا جو حکم ہوا اس پر implementation ہونی چاہئے۔ یہ کوئی مذاق نہیں یہ پنجاب کا سب سے مقدس ایوان ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، آپ کی بڑی مہربانی۔ جی منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی و پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، مواصلات و تعمیرات (جناب تنویر اسلم ملک): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو بار بار میری commitment کا ذکر کیا ہے میں ان سے استدعا کروں گا کہ kindly مجھے وہ بتا دیں۔ اگر میری طرف سے on the floor of the House کوئی commitment ہوئی تھی تو definitely اسے honour ہونا چاہئے۔ مجھے بتا دیجئے کہ اسے کتنا عرصہ گزر گیا ہے تاکہ ہم اسے check کر سکیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! 7۔مارچ 2014 کو اسی سڑک کے چھ کلو میٹر پر میرا سوال تھا اور اس پر آپ نے رولنگ دی تھی اور منسٹر صاحب نے یہاں اس پر commitment کی تھی کہ یہ بن جائے گی لیکن آج تک وہ سڑک نہیں بنی۔

جناب سپیکر: جی، میں دیکھتا ہوں۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب منان خان: جناب سپیکر! یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: کیا؟

جناب منان خان: جناب سپیکر! 2014 میں میرے حلقے میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی طرف سے ایک سڑک شروع ہوتی تھی جو کنجروٹ سے عیسیٰ چوک تک تھی بارہا شکایت کرنے کے باوجود۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اس پر سوال دیں پھر اس پر جواب لیں گے۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نہ بتائیں بلکہ سوال دیں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ۔ اب کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے کار نمبر 919 جناب امجد علی جاوید صاحب کی ہے، اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا۔

یونیورسٹی میں داخلے کے فرسودہ قوانین کی وجہ سے طلباء کو مشکلات کا سامنا

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! شکریہ۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ کوئی شک نہیں کہ حکومت پنجاب معیار تعلیم اور شرح خواندگی و تعلیم میں

بہتری کے لئے کوشاں ہے تاہم کسی بھی ادارے میں داخلے کے لئے کم از کم معیار تعلیم اور میرٹ مدنظر رکھنا از حد ضروری ہے ورنہ نوجوانوں میں غیر ضروری بے یقینی اور انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے۔اس تناظر میں تمام یونیورسٹیوں نے عمر اور میرٹ کی حد مقرر کی ہے تاکہ طلباء کو شفاف انداز میں یکساں تعلیمی مواقع میسر کئے جا سکیں۔ ہر یونیورسٹی کی ایک الگ سنڈیکیٹ کمیٹی ہوتی ہے جو ان کے اپنے وضع کردہ قانون کے مطابق ایک ارباب اختیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ داخلہ پالیسی اور اس سے متعلقہ قوانین یونیورسٹی سنڈیکیٹ منظور کرتی ہے اور اسی کے منظور کردہ قوانین کے مطابق داخلہ و خارج کو بھی مروجہ طریق کار کے مطابق کیا جاتا ہے۔ ہر یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ اپنا ایک طریق کار بناتی ہے اسی کے مطابق ہی داخلے ہوتے ہیں،اسی کے مطابق عمر اور ابتدائی تعلیم یا میرٹ کی بنیاد بنائی جاتی ہے۔ان کی پالیسی سے ہٹ کر کوئی داخلہ نہیں دیا جاتا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ کچھ رولز یا قاعدے ایسے بن جاتے ہیں جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جن میں تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ایوان اسی لئے موجود ہے کہ ہم یہاں آکر لوگوں کے حقیقی مسائل پر بات کریں۔ پچاس سال پہلے جب اس صوبے کے اندر دو یا تین یونیورسٹیاں تھیں وہ قواعد اس وقت کی ضرورتوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر بنائے گئے تھے اور آج جب ہمیں آزاد ہوئے ستر سال ہونے کو ہیں تب بھی ہم وہی قواعد لے کر بیٹھے ہیں۔ میں نے دوسری یہ گزارش کرنی ہے جیسے معزز پارلیمانی سیکرٹری نے کہا کہ تمام لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک ہو رہا ہے تو میں یہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔اس پر بحث نہیں ہو سکتی لہٰذا اس تحریک التوائے کار dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 430 بھی جناب امجد علی جاوید کی ہے یہ تحریک التوائے کار pending ہے۔

راجن پور پچادھ کے مقام ماڑی پر قائم پی اے ہاؤس پر با اثر افراد کا قبضہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! یہ ایک انکوائری کمیٹی بنی تھی ابھی اس کمیٹی کی findings نہیں آئیں جب اس کی findings آ جائیں گی تو انشاء اللہ ایوان میں پیش کر دی جائیں گی اس لئے استدعا ہے کہ اس تحریک التوائے کار کو pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس تحریک التوائے کار کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 958 شیخ علاؤالدین کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ ابھی اس تحریک التوائے کار کو بھی pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 959 بھی شیخ علاؤالدین کی ہے۔ اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ اسے اگلے ہفتے تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو بھی pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 960 بھی شیخ علاؤالدین کی ہے۔ کیا اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھ دیں۔

انڈیا سے سبزی اور فروٹ کی درآمد

(---جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے 15-2012 کی ٹریڈ پالیسی کے ذریعے اپنی import policy کا آرڈر جاری کیا جس کے مطابق 137 مختلف اشیاء کو واہگہ بارڈر کے ذریعے برآمد کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس آرڈر کے مطابق چند روزمرہ کے استعمال کی ضروری سبزیاں اور پھل جن کی ملک میں کمی واقع ہو واہگہ بارڈر لینڈ روٹ کے ذریعے درآمد کرنے کی اجازت دی گئی ہے مگر ان درآمدی اشیاء میں کیلا اور سیب کی درآمد کی اجازت نہیں۔ سبزی اور پھل کی درآمد صرف اس وقت کرنا ناگزیر ہوتا ہے جب اس کی ملک میں کسی وجہ سے کمی واقع ہوتی ہے اور یہ درآمد عموماً پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے کی جاتی ہے۔ یہ درآمد صرف بھارت سے نہیں ہوتی بلکہ افغانستان، ایران اور دیگر ہمسائے ممالک سے بھی کی جاتی ہے۔ عام صارف کو ضرورت کی سستی اشیاء مہیا کرنے کے لئے یہ اقدامات کئے جاتے ہیں۔ یہاں یہ عرض کرنا

ضروری ہے کہ ان اشیاء کی درآمد اور برآمد صوبائی مسئلہ نہ ہے بلکہ اس کے متعلق ٹریڈ پالیسی حکومت پاکستان مرتب کرتی ہے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے للہذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 48/16 جناب امجد علی جاوید کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا ابھی تک جواب نہیں آیا للہذا مہربانی کر کے اس تحریک التوائے کار کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 967 شیخ علاؤالدین کی ہے۔

کھانے پینے کی مضر صحت اشیاء کی درآمد

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ Elite class کے زیر استعمال Imported Packed Food زیادہ تر حرام اجناس پر مشتمل ہے اور جن کی بے دریغ فروخت کو کسی قانون کے تحت روکا نہیں جا سکتا۔ ان اشیاء کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

Chicken Tonight (Holland), Bubblicious (UK), Chupa Bubble (Holland), Pascual Yogikids (Spain), Three brands of Skittle Fruit (UK), Picnic Chicken (USA), Slima Soup (UK), Knorr Chicken Soup (France), Cup A Soup (UK), Tulip Chicken (Denmark), Rice Chicken broccoli (USA), Pasta Chicken Broccoli (USA), Pasta Creamy Chicken (US), Heinz Dinner Chicken (England), Jell-O (US) and Pop Trats (USA).

جناب سپیکر! ان تمام میں سفید اور سرخ شراب جیلٹائن وغیرہ کی آمیزش ہے اور ان میں استعمال کیا جانے والا چکن بھی حلال نہیں ہوتا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کوئی حکومتی ادارہ ایسی تمام درآمدی

خوراک کی روک تھام نہیں کر رہا۔ یہ بھی تلخ حقیقت اشرافیہ کو بار بار بتانے کی ضرورت ہے کہ ان کے انہی لچھنوں کی وجہ سے ملک کو شدید مالیاتی خسارے کا سامنا ہے۔ درآمدی اشیاء کا استعمال ایک status symbol بن چکا ہے جس کے منفی اثرات پورے معاشرے پر پڑ رہے ہیں۔ کھانے پینے کی درآمدی اشیاء کے ساتھ ساتھ بے شمار ایسی اشیاء اشرافیہ کے لئے درآمد کی جا رہی ہیں جن سے اربوں ڈالر کا ملک کو خسارے کا سامنا ہے اور حلال و حرام کی تمیز بھی نہ ہے۔ پوری قوم خاص طور پر اشرافیہ کو سادگی اور بچت کی طرف راغب کرنے کی جتنی شدید ضرورت آج ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! ایک بات جو آج ہوئی ہے میں اس کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا کیونکہ یہ اسی تحریک سے related ایک بات ہے۔ آج ڈالر ڈیڑھ روپیہ گرا ہے جو کہ بصد کوشش کے نہیں گر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چین میں New Year شروع ہو گیا اور چھٹیاں شروع ہو گئی ہیں۔ میرے خیال میں آج شام 6:00 بجے تک ڈالر ایک روپیہ 70 پیسے نیچے جائے گا تو آپ اس سے اندازہ لگا لیں کہ ہمارا Import Bill ملک کے ساتھ کیا کر رہا ہے اور یہ سوچنے کی بات ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کیا اس تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے۔

جناب سپیکر: تو پڑھ دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! پنجاب فوڈ اتھارٹی مورخہ 2- جولائی 2012 کو فوڈ اتھارٹی ایکٹ 2012 کے تحت معرض وجود میں آئی تاکہ لوگوں کو صاف ستھری اور معیاری خورد و نوش کی اشیاء کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے۔ تاہم پنجاب فوڈ اتھارٹی کی جانب سے محتاط رویہ برتتے ہوئے ضلع لاہور میں شہر کے مختلف مقامات پر چھاپے مارے جا رہے ہیں تاکہ چور راستوں سے ملاوٹ شدہ اشیاء خورد و نوش لانے والوں کے خلاف کارروائی کی جا سکے۔

جناب سپیکر! پنجاب فوڈ اتھارٹی اپنے قانون کے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے تمام اشیاء خورد و نوش کے معیار کو چیک کرنے کی پابند ہے تاکہ لوگوں تک معیاری اور صاف ستھری اشیاء پہنچائی جا سکیں۔ پنجاب فوڈ اتھارٹی نے تمام خوراک بشمول imported اشیاء خورد و نوش کو بھی چیک کیا ہے تاکہ خوراک کی تیاری حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہو اور ان کی فراہمی بھی اسی اصول کے مطابق ہو

سکے۔تاہم پنجاب فوڈاتھارٹی قانون کے مطابق حرام اور حلال خوراک کے متعلق خصوصی طور پر حاصل کردہ اختیار کے تحت ہمیشہ سے یہ کوشش کر رہی ہے کہ لوگوں تک صاف ستھری اور معیاری خوراک پہنچائی جاسکے۔ پنجاب فوڈاتھارٹی لاہور میں حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق تیار کی گئی خوراک کی فراہمی کے لئے اپنے قواعد کے مطابق تحرک کر رہی ہے۔اس سلسلے میں معزز ممبر کی طرف سے تحریک میں جو یہ بات کہی گئی ہے کہ حکومتی ادارہ ایسی تمام حرام اور درآمدی خوراک کی روک تھام نہیں کر رہا،ایسی اشیاء کی درآمد سے مالی نقصان اور دیگر عوامل کا بھی تحریک میں ذکر کیا گیا ہے جو کہ درست نہ ہے۔

جناب سپیکر!Punjab Halal Development Agencyکا تعلق اشیاء کے حلال و حرام سے ہے۔حکومت پنجاب نے اگست 2012میں بذریعہ ایگزیکٹوآرڈر سرکاری حکم نامہ Punjab Halal Development Agencyکی بنیاد رکھنے کے بعد جاری کیا۔اس ایجنسی کے قیام کامقصد سرکاری سرپرستی میں حلال اشیاء کا سرٹیفکیٹ، تشہیر، ترویج وترقی اور Halal Food Safety Standardسے مطابقت کے لئے نظام قائم کرنا ہے۔مزید برآں حلال غذائی اور غیر غذائی اشیاء سے منسلک متعلقین کی صلاحیتوں کو بڑھانے میں مدد فراہم کرنا ہے۔اس ایجنسی نے ایک وفاقی قانونPakistan Halal Authority Actبذریعہ وزارت سائنس اینڈ ٹیکنالوجی قانون سازی کے لئے تجویز کیا ہے۔یہ ڈرافٹ بل وزارت نے متعلقہ وفاقی اداروں سے مشورہ کے بعد اور مشترکہ اقتصادی کونسل سے منظوری کے بعد قومی اسمبلی میں پیش کیا۔اب یہ بل قومی اسمبلی سے کثرت رائے سے منظوری کے بعد ضروری کارروائی کے لئےprocessمیں ہے۔اس قانون کے تحت حرام اشیاء کی درآمد قانونی طور پر بند ہو گی، حرام اشیاء کی فروخت پر بھی پابندی ہو گی اور اس کی فروخت قابل گرفت جرم ہو گا۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!آپ نے ابھی سُنا ہو گا کہ پارلیمانی سیکرٹری نے جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ "حرام اشیاء کی فروخت پر پابندی ہو گی اور اس کی فروخت قابل گرفت جرم ہو گا" یعنی "ہو گی" اور"ہو گا"پر زور ہے۔

جناب سپیکر:شیخ صاحب!آپ اس پر بحث نہیں کر سکتے۔تشریف رکھیں۔اس تحریک التوائے کار کو dispose ofکیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر968بھی شیخ علاؤالدین کی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری گزارش تو سُن لیں۔آپ نے میری تحریک التوائے کار کو dispose of کر دیا جو کہ آپ نے کرنی ہی تھی لیکن معزز پارلیمانی سیکرٹری صرف مجھے اس کا source بتادیں کہ یہ حرام اشیاء import کیسے ہو رہی ہیں؟ محکمہ کی طرف سے ایسا جواب آ جانا اور پارلیمانی سیکرٹری کا پڑھ دینا مناسب نہیں۔آپ نے بھی اس پر میری تحریک التوائے کار کو dispose of کر دیا لیکن یہ غلط ہے۔جس طرح یہ جواب دے رہے ہیں یہ طریق کار غلط ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ذرا شیخ صاحب کو مطمئن کریں۔اس تحریک پر بحث تو نہیں ہو سکتی۔شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اصل میں import کے جتنے بھی معاملات ہیں وہ وفاقی حکومت سے متعلقہ ہیں اسی لئے یہ بل قومی اسمبلی سے منظور ہونے کے بعد اب سینیٹ میں گیا ہے۔یہ بل process میں ہے اور جب یہ process مکمل ہو گا تو وفاقی حکومت اس قانون کو نافذ کرے گی۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اداروں کا احترام کرنا چاہئے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ یہ صرف Consumer Act or Food Act ہی پڑھ لیں کہ وہ کیا کہتا ہے؟

جناب سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔بڑی مہربانی۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 968 بھی شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔

جناح باغ (لارنس گارڈن) لاہور موٹر سائیکلوں، گاڑیوں کی آمدورفت سے بدحالی کا شکار

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ لارنس گارڈن جو لارڈ لارنس کا اہلیان لاہور کے لئے ایک تحفہ ہے اور جس کو اب باغ جناح کہا جاتا ہے آج تباہی و بربادی کا شکار ہے۔لارڈ لارنس نے امریکہ، افریقہ، یورپ حتیٰ کہ آسٹریلیا تک سے پودے منگوا کر اس باغ کو پورے برصغیر میں ایک اہم مقام دیا تھا۔آج اسی باغ جناح میں موٹر سائیکلیں، رکشے پھرتے نظر آتے

ہیں۔ یہ وہ باغ ہے جس میں کسی وقت سگریٹ پینا بھی منع اور معیوب سمجھا جاتا تھا آج باغ کا مغربی دروازہ سینکڑوں، ہزاروں موٹر سائیکلوں کی پارکنگ کی نذر ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ گیٹ کے بالکل سامنے واقع امتحانی سنٹر کی ایکڑز میں پھیلی ہوئی عمارت ہے جو تنگ لارنس روڈ پر بغیر کسی (Set Back) اور پارکنگ کے بنائی گئی ہے جس کے نتیجے میں باغ کا تمام مغربی حصہ تعفن اور دھوئیں کی وجہ سے تباہی اور پھولوں اور درختوں کے خاتمے کی وجہ بنا ہے۔ ملازمین نے بھی باغ کی تباہی میں پورا حصہ ڈالا ہے اور ایوان کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ آج باغ کے اندر برطانوی دور کی superintendent کی پُر شکوہ رہائش گاہ کو فارم ہاؤس میں تبدیل کر کے بھینسوں، بکریوں، بھیڑوں اور گائیوں وغیرہ کا Cattle Farm بنا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے باغ کا شمالی حصہ جو (GOR-1) کے گیٹ کی طرف ہے بھی تعفن اور گندگی کا شکار ہے۔ یہ وہ باغ ہے جس کی خوشبو مال روڈ، ریس کورس اور لارنس روڈ سے گزرتے ہوئے بھی آتی تھی آج کسمپرسی کا شکار ہے۔ اس باغ میں واقع لیڈیز کلب جو برطانوی دور کی یادگار ہے بھی مخدوش حالت میں ہے۔ یہ لیڈیز کلب ذرا سی توجہ سے خواتین کے جم، ٹینس، بیڈ منٹن اور دوسری اہم کھیلوں میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے لیکن حقیقتاً مافیا کی نذر ہو چکا ہے، جس میں ایک طرف موٹر سائیکل اور گاڑیوں کی پارکنگ ہوتی ہے۔ باغ کے اندر ہر قسم کی ٹریفک کسی صورت نہ ہونی چاہئے۔ لاہور کے اس عظیم قومی ورثہ کو فوری جنگی بنیادوں پر انتہائی سخت محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! باغ جناح لاہور کی اس تحریک کے ذریعے اس کی اہمیت، فوقیت یا اس سے معاشرے پر جو اثرات کا ذکر کیا گیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ یہ باغ لاہور شہر کے وسط میں واقع ہے۔ یہ خوبصورت تاریخی باغ ہے جو کہ نہ صرف مقامی شہریوں کو بلکہ ملک کے دوسرے شہروں سے آنے والے شہریوں اور غیر ملکی سیاحوں کو مفت تفریحی کی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اس میں درختوں اور زیبائشی پودوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس باغ میں سرسبز گھاس والے پلاٹ، پھولوں سے مزین کیاریاں، فوارے اور آبشاریں بھی موجود ہیں۔ حکومت نے اس باغ کی تزئین و آرائش کے لئے کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی۔ اس کی ہر قسم کی تزئین و آرائش کا کام کیا جا رہا ہے۔ باغ جناح سے گزرنے والے گندے نالے کو انتظامیہ نے واسا کی وساطت سے مکمل طور پر پختہ بنا کر ڈھانپ دیا ہے۔ اس پختہ بنائے گئے گندے نالے کے دونوں اطراف

میں خوبصورت land escapes جن میں مختلف اقسام کے پودے، جھاڑیاں اور پھولدار پودے لگائے گئے ہیں جن سے باغ جناح کی خوبصورتی اور رعنائی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس باغ کے چھ داخلی دروازوں پر پارکنگ سٹینڈز بنائے گئے ہیں جو کہ سیر کرنے والے حضرات کو پارکنگ کی مفت سہولیات فراہم کرتے ہیں اور اس بابت فری ٹوکن بھی جاری کرتے ہیں۔ باغ جناح کے قریب پارکنگ سٹینڈز کی ٹوکن کی کاپیوں کا مکمل ریکارڈ اس وقت موجود ہے۔ ان پارکنگ سٹینڈز کے علاوہ کہیں بھی پارکنگ کی اجازت نہ ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ باغ کے مغربی دروازہ دھوپ سڑی گیٹ کے سامنے حکومت پنجاب نے امتحانی سنٹر قائم کیا ہوا ہے۔ اس امتحانی سنٹر میں امتحان دینے والے طلباء اور ان کے عزیز واقارب اپنی گاڑیاں اور موٹر سائیکل پارک کرنے کے لئے دھوپ سڑی پارکنگ سٹینڈ کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی پارکنگ سٹینڈ میں گنجائش سے زیادہ موٹر سائیکلیں اس وقت ہوتی ہیں جب امتحانی سنٹر میں کسی وجہ سے رش ہوتا ہے۔ جہاں تک باغ جناح میں گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے پھرتے نظر آنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ باغ جناح کے اندر سرکاری ملازمین کے رہائشی کوارٹر ہیں اور یہ سرکاری ملازمین اپنے الاٹ کردہ کوارٹروں تک موٹر سائیکل پر آتے جاتے ہیں جن کا داخلہ صرف دربار گیٹ اور لارنس گیٹ سے ممکن ہوتا ہے۔ باغ جناح میں موجود مسجد ادارہ دارالاسلام میں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز کے لئے ضعیف اور معذور افراد کا داخلہ مسجد کے احاطہ تک ہوتا ہے جو کہ ادائیگی نماز کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چند معذور افراد جو باغ جناح میں تفریح کے لئے آتے ہیں ان کی سہولت کے لئے بھی داخلی دروازوں پر wheel chairs کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اگر کوئی معذور wheel chair استعمال کرنے سے قاصر ہو تو اسے pick and drop کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے لہٰذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: ہم نے توجہ دلاؤ نوٹس وزیر قانون کے آنے تک pending کئے تھے۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس الحاج محمد الیاس چنیوٹی صاحب کا ہے۔ جی، چنیوٹی صاحب!

چنیوٹ: مسلح ڈکیتی و خواتین پر تشدد سے متعلقہ تفصیلات

970: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چنیوٹ سیٹلائیٹ ٹاؤن کے رہائشی فرخ شہباز (ایڈووکیٹ) کے گھر پر مورخہ 29۔جنوری 2016 کو چھ مسلح افراد، خواتین کو اسلحہ کی نوک پر ایک کمرہ میں بند کر کے 42 تولہ طلائی زیورات اور 8 لاکھ روپے نقدی لوٹ کر فرار ہو گئے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت/پولیس مذکورہ ڈکیتی کی واردات کے ملزمان کو گرفتار کرنے اور لوٹا ہوا مال برآمد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!

(الف) یہ درست ہے کہ یہ وقوعہ ہوا ہے اور اس پر مقدمہ نمبر 155 مورخہ 29-01-2016 بجرم 395 ت پ تھانہ سٹی چنیوٹ مدعی کی درخواست پر درج ہوا ہے۔ اب تک کی جو تفتیش ہے اس کے مطابق ڈاکوؤں نے جو موبائل فون سمیں استعمال کی ہیں وہ بمطابق ریکارڈ مانانوالہ ضلع شیخوپورہ کی النور فرنچائز سے انہوں نے حاصل کی تھیں۔ ان فرنچائز کے دونوں مالکان اس وقت پولیس کے زیر تفتیش ہیں۔ دوران تفتیش بتایا گیا ہے کہ عمران نے اپنے دادا کے نام پر یہ سمیں حاصل کی تھیں اور بقایا سمیں شہباز، یعقوب، ممتاز بی بی اور وکیلاں بی بی کے نام سے جاری ہوئی تھیں چنانچہ ماسوائے عمران اوڈ کے باقی ماندہ دو خواتین اور شہباز وغیرہ کو بھی شامل تفتیش کیا گیا ہے اور ان سے تفتیش تاحال جاری ہے۔ مزید گرفتار شدہ ملزم شرافت نے دوران تفتیش انکشاف کیا ہے کہ میرے ساتھی ملزمان ارشاد عرف شادا ولد بشیر آرائیں سکنہ تھانہ سٹی چونیاں، سلیم قلندر ولد خان محمد قلندر سکنہ پرانا چشتیاں بہاولنگر اور جعفر ولد نامعلوم اس میں شامل ہیں اور Raiding Parties تشکیل دی گئی ہیں۔ یہ بین الاضلاعی گروہ ہے۔ موبائل فون کی جو سمیں trace ہوئی ہیں ان سے ان تک نشاندہی پہنچی ہے۔ اس معاملہ میں مقامی پولیس انتہائی professional انداز میں under the guidance and supervision of DPO Chiniot کام کر رہی ہے اور within one or two weeks یہ بین الاضلاعی گروہ ہے جو مختلف اضلاع میں اس قسم کی وارداتوں میں ملوث پایا گیا ہے اس کو گرفتار کر کے عدالت کے کٹہرے میں انشاء اللہ لایا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔اس توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب آ گیا ہے لہٰذا اس توجہ دلاؤ نوٹس کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 971 شیخ اعجاز احمد کا ہے۔جی، شیخ صاحب!

فیصل آباد: ممبر قومی اسمبلی کے گھر ڈکیتی کی واردات سے متعلقہ تفصیلات

971: شیخ اعجاز احمد: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چند روز قبل صبح ساڑھے سات بجے فیصل آباد سے معزز ممبر قومی اسمبلی کے گھر پانچ مسلح ڈاکو داخل ہوئے اور اہل خانہ کو یرغمال بنا کر لاکھوں کی نقدی، طلائی زیورات اور دیگر قیمتی چیزیں لوٹ کر فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے؟

(ب) اگر یہ درست ہے تو ابھی تک فیصل آباد پولیس نے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!

(الف و ب) یہ درست ہے کہ یہ وقوعہ ہوا ہے اور اس پر مقامی پولیس نے مقدمہ درج کیا ہے۔مقدمہ درج کرنے کے بعد انتہائی professional انداز میں اس کی تفتیش کو آگے بڑھایا جا رہا ہے۔اس وقت تک تقریباً سات لوگوں کو شامل تفتیش کیا گیا ہے۔ان سے ایسے clues ملے ہیں جن کی بنیاد کے اوپر اصل ملزمان تک پہنچا جا سکے گا اور انہیں گرفتار کیا جائے گا۔یہ ساری detail فی الوقت public کرنا تفتیش کی کامیابی کے پیش نظر مناسب نہیں ہے۔میں اس میں معزز ایوان کو آپ کی وساطت سے یہ یقین دلاتا ہوں کہ یہ case انشاء اللہ within one week work out ہو گا اور ملزمان کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔اس توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب آ گیا ہے لہٰذا اس توجہ دلاؤ نوٹس کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فتیانہ صاحب!

زراعت پر بحث سے قبل ایوان میں وزیر زراعت، وزیر خزانہ اور وزیر خوراک کی موجودگی کو یقینی بنانے کا مطالبہ

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! میں صرف کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلی دفعہ جب زراعت پر بات ہوئی تھی تو آپ نے کہا تھا اس وقت بھی وزیر زراعت موجود تھے آج بھی ہم ان کے بڑے مشکور ہیں کہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ وزیر خزانہ اور وزیر خوراک دونوں موجود ہوں گے۔ Kindly اس چیز کو ensure کیا جائے کہ آج زراعت پر بحث سے پہلے وزیر خزانہ اور وزیر خوراک یہاں پر تشریف رکھتے ہوں کیونکہ یہ سارے مسائل ان سے related ہیں۔ آپ نے خود اس دن ارشاد کیا تھا کہ ان دونوں کی موجودگی میں بحث ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو constitutional obligation ہے وہ یہ ہے کہ cabinet collectively responsible وزیر individually نہیں ہے۔ اگر یہاں پر ایک وزیر بھی بیٹھا ہے تو he is responsible of all these issues. یہاں پر وزیر زراعت موجود ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ وزیر خوراک کی لاہور میں compensation campaign میں duty ہے۔ وہ وہاں پر موجود ہیں لیکن جونہی ان کو وہاں سے وقت ملتا ہے تو وہ تشریف لے آئیں گے لیکن ان سے متعلقہ جو معاملہ ہے خاص طور پر sugarcane کی payment کا ہے تو اس سے متعلق سیکرٹری خوراک نے میرے ساتھ discuss کیا ہے۔ اس کے چند حقائق جونہی آپ اس بحث کا آغاز کریں گے تو پہلے وزیر زراعت بات کریں گے تو میں اس کے بعد وہ معزز ایوان کے سامنے رکھ دوں گا۔ اس کے بعد معزز ممبران جو تجاویز دیں گے وہ ہم بالکل note کریں گے، متعلقہ سیکرٹریز، متعلقہ وزراء even وزیر اعلیٰ کے علم میں لایا جائے گا اور ان پر جو بھی مناسب احکامات ہوں گے اور جو ان کا حل ہو گا وہ انشاء اللہ کیا جائے گا۔

جناب محمد صدیق خان: جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں اس دن زراعت پر dual taxation کی بات کی گئی تھی۔ اس پر Chair نے رولنگ دی تھی کہ جس دن زراعت پر

بحث ہو گی اس دن dual taxation پر بات ہو گی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کیبنٹ کی collective responsibility ہے اور کوئی بھی کیبنٹ کا ممبر جواب دے سکتا ہے۔ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ وزیر خزانہ بھی ہوں گی، وزیر خوراک اور وزیر زراعت بھی ہوں گے۔ یہ آپ کی رولنگ تھی اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ جس دن بھی availability ان تینوں وزراء کی ہو تو یہ بحث کرا لیں۔ یہ بہت اہم issues ہیں بالخصوص dual taxation کی بات کی گئی تھی۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ان کا جواب بھی لے لیتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں اور ان کی بات سن لیں۔

قواعد معطل کر کے سٹی 42 پر حملہ کی مزمتی قرارداد پیش کرنے مطالبہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سٹی 42 پر حملہ ہوا ہے۔ میں ایک مزمتی قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ rules suspend کر کے اسے out of turn لیا جائے۔

جناب سپیکر: مجھ اکیلے کو یہ اختیار نہیں ہے۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے جو میڈیا ہاؤسز ہیں، میڈیا میں کام کرنے والے ہمارے جو صحافی بھائی اور مالکان ہیں۔ تمام تر اختلافات کے باوجود اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ ہمارا میڈیا اور اس سے منسلک جو لوگ ہیں وہ جس جس capacity میں بھی ہیں ان سب کی دہشتگردی کے خلاف commitment بالکل شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس وقت دہشتگردی کے خلاف پوری قوم پُرعزم ہے اور پوری قوم more than 100 percent متفق ہے۔ اس رائے سازی میں میڈیا کا کلیدی کردار ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ میڈیا یہ مثبت کردار ادا نہ کرتا تو شاید یہ consensus جو اس وقت موجود ہے وہ نہ ہوتا۔ اس consensus کے بغیر ہماری مسلح افواج، دوسرے قانون نافذ کرنے والے ادارے اور جو intelligence agencies ہیں ان کی کارکردگی بھی یہ نہ ہوتی جو کہ الحمد للہ اس وقت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آنے والا دن اس ملک میں دہشتگردی کی شکست کا باعث بنے گا اور آگے جا کر ہمیں اور اس ملک کو دہشتگردی سے نجات ملے گی۔

جناب سپیکر! وہ قوتیں جو دہشتگردی میں ملوث ہیں ان کو یہ کردار واقعی بہت بُرا لگتا ہے۔ وہ terrorize کرنے کے لئے ہمارے ان بھائیوں کو یا اس segment of the society کو خوفزدہ کرنے کے لئے یہ سلسلہ کافی عرصہ سے جاری ہے۔ اس سے پہلے دنیا چینل پر حملہ ہوا، اس کے بعد دن چینل پر حملہ ہوا تو پھر ہم نے باقاعدہ ان تمام میڈیا سے متعلق صاحبان جو مینجمنٹ سے تعلق رکھتے تھے یا ان کے جو مالکان تھے ان سے میٹنگ کی تھی۔ اس میں تفصیل سے discuss ہوا اور اس کے نتیجے میں جو چیزیں فائنل ہوئیں اس کے مطابق سکیورٹی measures کئے گئے۔ وہ measures دو طرفہ تھے، وہ صرف گورنمنٹ کے ذمہ نہیں تھے بلکہ ان سب نے خود بھی بڑی خوشی کے ساتھ کہا کہ آپ ہمیں بھی جو کردار اس میں دیں گے ہم اپنی حفاظت خود کریں گے اس کے ساتھ گورنمنٹ اور انتظامیہ بھی support کرے۔ وہ تمام انتظامات کئے گئے۔ اب ان انتظامات میں مزید کوئی بہتری کی ضرورت ہے یا کسی جگہ پر کمی کوتاہی ہے یا یہ جو واقعہ ہوا ہے اس کے بعد یا اس سے پہلے کسی قسم کا کوئی صرف نظر ہوا ہے تو اس کے لئے میں آپ کی وساطت سے پریس گیلری میں بیٹھے بھائیوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ وہ کل یا جس وقت مناسب سمجھیں یہاں اسمبلی میں وہ تشریف لے آئیں۔ میں ان کے ساتھ بیٹھنے کو تیار ہوں، سی سی پی او، لاہور، آئی جی اور ہوم سیکرٹری یا جس level پر بھی ان کے grievances ہوئے ہم ان کے ساتھ بیٹھیں گے قائد حزب اختلاف بھی ہمارے ساتھ بیٹھیں۔ ہم ان انتظامات کو بھی review کر لیں گے۔ اگر ان میں کوئی کمی بیشی ہو گی تو اسے بھی درست کریں گے اور اگر کوئی مزید انتظامات کرنے ہوں گے تو وہ بھی کریں گے لیکن میں سمجھتا ہوں بلکہ مجھے اور پوری قوم کو یقین ہے کہ ہمارے میڈیا کو یا میڈیا کے نمائندوں کو خوفزدہ کرنے کی یہ کوشش ہرگز کامیاب نہیں ہو گی۔ اس معاملہ میں جو بھی انتظامات کرنے کی ضرورت ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم کرنے کو تیار ہیں اور اس میں قطعاً کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھی جائے گی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں نے یہ درخواست کی تھی کہ سٹی "42" ایک انتہائی میڈیا ہاؤس ہے۔ لاہور کے ڈیڑھ کروڑ عوام اس سے بڑے مانوس ہیں۔ اس پر ایک مزمتی قرارداد اگر ہماری طرف سے آجاتی تو ان کے ساتھ اظہار یکجہتی بھی ہو جاتا اور صحیح معنوں میں دہشتگردی کی مزمت بھی ہوتی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو قرارداد محترم قائد حزب اختلاف نے پیش کی ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں یہ چاہوں گا کہ اس کو تھوڑا سا

comprehensive کر لیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید اس طرح کی قرارداد اس سے پہلے ہم پیش نہیں کر سکے۔ اس میں ہمارے میڈیا سے related دوستوں نے شہادتیں قبول کی ہیں۔ بھلے وہ پنجاب میں نہیں ہیں لیکن خیبر پختونخوا اور tribal area میں اُن صحافیوں کا ذکر ہر کسی کے علم میں ہے۔ پنجاب میں بھی ایسی دو مثالیں میرے علم میں ہیں۔ اسی طرح سے اس سے پہلے چینل "دنیا" اور "دن" پر حملہ ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اگر سب کو شامل کیا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہو گا، اس کو تھوڑا سا comprehensive detail میں کر لیا جائے اور پھر اس کے بعد اس کو پیش کر لیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: آج کر لیں یا کل کریں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! قرارداد اگر آج تیار ہو جاتی ہے تو آج کر لیں یا چاہے کل کر لیں، اس میں تو کوئی دوسری بات نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ اس میں جو لوگ زخمی ہوئے ہیں، جو لوگ شہید ہوئے ہیں اور جن چینلز کے اوپر اس سے پہلے بھی حملہ ہوا ہے، میری یادداشت میں تو یہ دو ہی ہیں، "دنیا" اور "دن" پر لیکن اس سے پہلے جو واقعات ہوتے رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر طرف سے ہونا چاہئے۔ کوئی دہشت گرد ہو یا کسی بھی سوسائٹی کے حصے سے تعلق رکھتا ہو۔ بھلے وہ صرف اس لئے کہ ان کے خلاف بات ہو رہی ہے یا ان کو کوئی بات پسند نہیں آ رہی یا ان کو وہ بات ناگوار گزر رہی ہے اور اس کے بعد وہ چینلز، میڈیا ہاؤسز پر حملہ کرتے ہیں، ان پر پتھراؤ کرتے ہیں، ان کو terrorize کرتے ہیں تو ہمیں بھی اکثر اوقات یہ گلہ رہتا ہے لیکن ہم ان سے ان کے پروگرام میں بیٹھ کر لڑ جھگڑ لیتے ہیں لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم جا کر ان کو پتھر مارنے شروع کر دیں اور ان کو اس طرح سے terrorize کریں کہ وہ ہمارے خلاف بات نہ کریں۔ We are democrats. یہ democratic government ہے، ہمارے خلاف بات کرنا ان کا حق بنتا ہے لیکن جواب دینا ہمارا بھی حق بنتا ہے، اس کے اوپر اگر کوئی قدغن لگائے یا کوئی روکے تو اس کے ساتھ ہمیں بالکل اسی انداز میں جو گفتگو کا انداز ہے اس میں ہمیں اپنے آپ کو set کرنا چاہئے لیکن یہ سارے واقعات ہوتے رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مذمت جو ہے یہ بھرپور بھی ہونی چاہئے اور سب کی ہونی چاہئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ اگر اس میں مزید دوسرے میڈیا آفس کا بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، یہ کر لیں اور یہ ہماری بحث ابھی ایک دو گھنٹے چلنی ہے اس دوران ہی یہ مکمل کر کے یہاں پر پیش کر دی جائے اور آج ہی اس کو پاس کروایا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

زراعت پر عام بحث

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ زراعت پر عام بحث ہے۔بحث کا آغاز متعلقہ وزیر کی تقریر سے ہوگا تاہم دیگر ممبران جو اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں، میرے پاس فہرست آئی ہے غالباً25 حکومتی بنچوں کے ممبران کے نام ہیں اور پانچ ممبران کے نام اپوزیشن بنچوں کی جانب سے ہیں۔جی، ڈاکٹر صاحب!

وزیر زراعت (ڈاکٹر فرخ جاوید): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ زراعت، ایگریکلچر جو کہ ملک کا ایک بہت بڑاproductive sectorہے جس کی نیشنل جی ڈی پی میں contribution 21 percentہے۔آپ نے معزز ممبران کی درخواست پر کمال مہربانی کرتے ہوئے اس کے لئے دو دن مختص کئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کا بہت farmer friendly gesture ہے جس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ time appropriateبھی اس لئے ہے کہ حکومت پنجاب میں میاں محمد شہباز شریف کی وژن ہے کہ پنجاب کیinclusive growthکو وہ2018تک 8فیصد دیکھنا چاہتے ہیں۔یہ انہوں نے ایگریکلچراور allied ڈیپارٹمنٹ، جس میں فوڈ ڈیپارٹمنٹ، اریگیشن ڈیپارٹمنٹ، لائیوسٹاک ڈیپارٹمنٹ، فارسٹ ڈیپارٹمنٹ اور فشریز ڈیپارٹمنٹ بھی ہے ان سب کو task دیا ہے کہ سارے دوستوں سے، سارے لوگوں سےfeed back لے کر کوئی ایسی interventions بتائیں کہ 2018 میں پنجاب کا inclusive growth rate جو ہے وہ 8فیصد ہو جائے تو اس لحاظ سے یہ بڑی اہم ہے اور اس دن ایگریکلچر کے سوالات کے دن میرے بہت سارے دونوں جانب سے دوستوں نے شوگر کین، potato اور دوسرے بہت سے ایسے issuesپر اپنی آواز اٹھائی ہے تو میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ حکومت پنجاب پر یہ مسلسل دوسرا سال ہے کہ گنے کی قیمت 180 روپے ادا کر رہی ہے جبکہ دوسرے صوبوں

despite having the protesting Farmers on the roads میں انہوں نے شوگر کین کی کوئی قیمت نہیں بڑھائی اور وہاں پر Farmers کو 170 روپے سے کم مل رہے ہیں۔ ہمارے ہاں اب تک اس سیزن میں 52 ایف آئی آرز ہو چکی ہیں، جرمانے کئے جا چکے ہیں اور چیف منسٹر صاحب کی state forward direction ہے کہ کوئی کنڈا وغیرہ برداشت نہیں کیا جائے گا، 180 روپے Farmer کی جیب میں جائیں گے۔ جہاں تک بقایاجات کا تعلق ہے تو پچھلے سال کے 90 فیصد بقایاجات ادا کئے جا چکے ہیں۔ اس سال کے 80 فیصد ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ideal figure نہیں ہے۔ ابھی کچھ دو چار ایسی مچھلیاں ہیں جو کہ سارے پانی کو خراب کر رہی ہیں۔ ان کے خلاف ہم ایکشن لے رہے ہیں، ان کو seal بھی کیا ہے، ان کی شوگر اٹھوا کر بازار میں بکوائی بھی ہے لیکن پھر بھی ایوان کے دونوں طرف سے ہمارے دوست ابھی ہمیں جو تجاویز دیں گے، ان سے ہم feed back لے کر اس کو مزید improve کرنے کی کوشش کریں گے۔ Potato کا as a speak today ابھی export شروع ہو چکی ہے، سری لنکا اور ملائشیا میں ہمارا Potato جا رہا ہے، رشیا میں 15- فروری کے بعد شروع ہو جائے گا۔ اسی طرح دوسری جو بھی crop کے بارے میں کسان بھائیوں کی تجاویز ہیں، انکم ٹیکس کے بارے میں تجاویز تھیں تو اس میں ڈیپارٹمنٹ کا اپنا موقف ہے کہ اس میں ambiguity ہے، اس میں clarity نہیں ہے، دو ہیں، ایک land based ہے اور ایک income based ہے، اس کو ہم مزید simplify کرنا چاہتے ہیں تو آپ بھائیوں سے آج from the both sides جو بھی تجاویز ملیں گی we will welcome that ان کو include کر کے وزیر اعلیٰ کی جو growth strategy ہے اس میں انشاء اللہ شامل کیا جائے گا۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم منسٹر ایگریکلچر نے کافی تفصیل سے معزز ایوان کو اس بارے میں آگاہ کیا ہے۔ میں specifically Sugarcane کے متعلق جو معاملہ ہے اس بارے میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ 2014-15 کا جو سیزن تھا اس میں ہمارے کسانوں کی طرف سے 133۔ارب روپے کا گنا شوگر ملوں کو سپلائی کیا گیا اور اس میں سے اب تک 132۔ارب 47 کروڑ روپے کی payment ہو چکی ہے۔ یہ کوئی تقریباً more than 99 percent بنتا ہے اور یہ ایک کافی satisfactory figure ہے اگر ہم کسی بھی دوسرے صوبے سے اس کا comparison کریں تو فرق صاف ظاہر ہو جائے گا۔ اب اس میں آگے ہے کہ یہ جو almost ایک بلین کی figure ہے یہ تقریباً کوئی چھ سات شوگر ملز ہیں ان کا سٹاک ہم نے takeover کر لیا ہے، اس سٹاک کو بیچ کر تمام

کسانوں کی payment clear کی جائے گی۔اس میں صرف دقت یہ آ رہی ہے کہ مارکیٹ میں price کا problem ہے، price مل نہیں رہی، اس میں تھوڑا problem ہے لیکن اس وقت جو strategy بنائی گئی ہے اس میں اگلے پندرہ دنوں میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ price جو ہے اس کو اگر کم نرخوں پر بھی دینا پڑا تو دے کر کسانوں کی رقم clear کی جائے گی۔اس طرح جو موجودہ سیزن اس وقت in progress ہے اس میں اب تک جو 67 بلین کا گنا ملز کو سپلائی ہوا ہے چونکہ یہ in progress ہے اور یہ کوئی fifteen days کا margin ہوتا ہے کہ اس میں جو آج سپلائی ہو رہا ہے اس کی پندرہ دنوں کے بعد payment ہو گی تو اس میں ابھی تک out of 67 سے 54۔ارب روپے کی as today payment ہو چکی ہے۔یہ رقم تقریباً 87.7 فیصد بنتی ہے جو کہ ایک satisfactory figure ہے۔یہ crushing season اس وقت in progress ہے اور یہ اپریل تک چلے گا، امید ہے کہ جس طرح پچھلے سال یہ کوئی ڈیڑھ دو بلین رہ گئے تھے۔جب کرشنگ سیزن ختم ہوا تو ہماری یہ کوشش ہے، شوگر کین کمشنر پوری طرح سے on it ہیں، سیکرٹری فوڈ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ذاتی طور پر اس بارے میں دلچسپی لے رہے ہیں کہ اس سال یہ problem نہ آئے اور by the time کہ یہ کرشنگ سیزن جب ختم ہو تو یہ ساری payment کسانوں تک پہنچ جائے۔اس طرح سے اس figure کو بعض اوقات تھوڑا سا توڑ مروڑ کر بیان کیا جاتا ہے باقی اس میں، میں نے جو عرض کیا ہے کہ پچھلے سال کی جو رقم ہے، اگلے پندرہ دنوں میں ان کا سٹاک takeover کرنے کے بعد جو procedure بنایا گیا ہے اس کے مطابق وہ payment بھی clear ہو جائے گی اور اس سال کی جو payment ہے ہماری یہ بھرپور کوشش ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ by the end of crushing season in April وہ hundred percent payment کسانوں کو ہو جائے۔شکریہ

جناب سپیکر: محترم قائد حزب اختلاف! کیا آپ خود بولنا چاہیں گے؟

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں۔پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بحث کا کیا طریق کار ہے کہ ایک ممبر حکومتی اور ایک اپوزیشن بنچوں سے بولے گا؟

جناب سپیکر: جی، اپوزیشن سے ایک اور ratio کے حساب سے چار حکومتی بنچوں سے بنتے ہیں۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! آپ دو دن بحث کر لیں اور ٹائم کی limit بھی نہ رکھئے گا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ یہ دو دن نہیں ہو سکے گا۔ جب یہ فیصلہ ہوا تھا کہ کون کون سا ڈیپارٹمنٹ رکھنا ہے جن کے لئے ایک ایک دن ہم نے مختص کیا تھا اور اُس وقت آپ موجود تھے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ آپ کی صوابدید ہے۔ یہ ratio 1/4 ہی بنتی ہے لیکن اپوزیشن کے تمام دوستوں کو accommodate کرنے کے لئے اس ratio میں جو ترمیم مناسب سمجھتے ہیں کر لیں۔

جناب سپیکر: میں نے اُن کو ratio کی بات کی ہے کہ آپ نے ایسے چلنا ہے۔ جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! ابھی وزیر زراعت اور وزیر قانون نے گنے کے کاشتکاروں کے حوالے سے تھوڑی سی بات کی ہے لیکن مجموعی طور پر پورے پنجاب کے اندر جو بدترین حالات کا شکار ہیں وہ ہمارے کاشتکار بھائی ہیں۔ پہلے دو تین دفعہ کسان اتحاد اور باقی کسانوں کی نمائندہ تنظیمیں بڑے بڑے احتجاج بھی کر چکی ہیں اور اب شاید گیارہ یا بارہ تاریخ کو دوبارہ لاہور احتجاج کے لئے آرہے ہیں۔ ایک عمومی تاثر نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے نزدیک کسان priorities میں پتا نہیں کتنے نمبر پر ہیں، وہ 20ویں نمبر پر ہیں یا پھر ہیں بھی یا نہیں؟ ایک ایسا صوبہ جو پورے ملک کی پیداوار کا 65 فیصد پیدا کرتا ہو، نیشنل جی ڈی پی میں 21 فیصد اُس کا حصہ ہو اور جس کی 70 سے 80 فیصد آبادی کا کاشتکاری پر گزارہ ہو لیکن حکومت کی ترجیحات میں وہ سب سے نچلی سطح پر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج پورے پنجاب کے اندر واویلا نہ ہوتا۔ یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ مرکز اور صوبہ میں کوئی ایگریکلچر پالیسی نہیں ہے۔ ایڈہاک ازم پر ساری بات چل رہی ہے، کبھی ایک فصل کی بات کرتے ہیں تو چھ ماہ بعد دوسری بات آجاتی ہے۔ جو support price مقرر کرتے ہیں اُس کی کسی جگہ پر writ ہی نہیں ہے۔ ہمارا مزدور اور کسان اونے پونے اپنی اجناس فروخت کرنے پر مجبور ہے۔ انہوں نے پچھلے سال support price مقرر کی تھی لیکن چاول 2600 کی بجائے 1300 روپے میں مارکیٹ میں بکا ہے، پھٹی 3200 کی بجائے 2100 روپے میں بکی ہے اور گندم کے حوالے سے 1300 کی بجائے 1100 روپے میں کاشتکار مجبور تھے کہ وہ اپنی اجناس اونے پونے میں فروخت کریں حالانکہ گندم کے حوالے سے ہدف مقرر کیا گیا تھا۔ یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ اس پر یہ بات ہونی چاہئے۔ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ حکومت گندم کی خرید کے لئے 190۔ارب روپے خرچ کرے گی لیکن صرف 80۔ارب

روپے خرچ کرنے کے بعد گندم کی خریداری بند کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آڑھتیوں کی چاندی ہو گئی، انہوں نے اونے پونے زمینداروں کو لوٹا اور کاشتکاروں سے اُدھار میں بہت بڑی مقدار میں گندم اٹھا لی۔ اسی طرح سے گنے کی کاشت کی یہ بات کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ شوگر ملوں کے بارے میں جو data ابھی رانا صاحب فرما رہے تھے۔۔۔

(اذانِ عصر)

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! کیا نماز کے لئے وقفہ کرنا ہے؟

جناب سپیکر: جیسے آپ کا دل چاہے اور آپ کی مرضی ہو تو مجھے بتا دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! دس پندرہ منٹ کا وقفہ کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، نماز کے لئے پندرہ منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز مغرب کے لئے
اجلاس کی کارروائی پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کی گئی)

(وقفہ برائے نماز مغرب کے بعد جناب سپیکر 6 بج کر 10 منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب! Carry on please

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جو figures یہاں پر لاء منسٹر اور ایگریکلچر منسٹر نے بتائی ہیں وہ حقائق کے منافی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت سب سے بڑا کسان دشمنی کا ثبوت دے رہی ہے کہ اس نے ٹریکٹر سمیت تمام زرعی آلات و ادویات اور agriculture inputs پر 17 فیصد جنرل سیلز ٹیکس عائد کیا ہوا ہے۔ دنیا بھر میں مختلف ممالک کے اندر زراعت کو سبسڈی دی جاتی ہے لیکن ہمارے جابر حکمرانوں نے جو تھوڑی بہت سبسڈی تھی اس سبسڈی کو بھی آ کر ختم کر دیا ہے۔ پورے یورپ میں زراعت پر 37 فیصد، یو ایس اے میں 26 فیصد، جاپان میں 72 فیصد، چین میں 34 فیصد اور انڈیا میں 23 فیصد سبسڈی دی جاتی ہے۔ ہماری حکومت کسان کو بالکل زندہ درگور کر رہی ہے اور انہیں خودکشیوں پر مجبور کر رہی ہے۔ ابھی جو گنے کے کاشتکاروں کے حوالے سے بات ہو رہی تھی وہ figures ٹھیک نہیں ہیں۔ گنے کے کاشتکاروں کا سب سے بڑا المیہ یہ

ہے کہ ان سے گنّا لے لیا جاتا ہے اور انہیں CPR کی پرچی تھما دی جاتی ہے اور پھر کاشتکار چھ چھ ماہ تک ملوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ ابھی کسی بھی نمائندے کو بھیج دیں میں جا کر دکھاتا ہوں کہ وہاں کس طرح سے مل مالک کے front man اور گماشتے گھوم رہے ہیں۔ وہ کاشتکاروں سے کٹوتی کرتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ یہ CPR ہمیں دے دو، ہم سے نقد پیسے لے لو اور ہمیں اتنی کمیشن دے دو۔ ایک مرتبہ پہلے بھی اس ایوان میں بات ہوئی تھی کہ ملوں کے اندر running finance اربوں روپیہ ہوتا ہے۔ جن زمینداروں سے گنّا لیتے ہیں وہ ان کو CPR دیتے ہیں۔ اگر متعلقہ بنک اسی وقت اس CPR کو endorse کرے اور pay order بنا دے خواہ ایک مہینے کی تاریخ دے دے تو ہمارے غریب کاشتکار در بدر کی ٹھوکریں کھانے سے بچ جائیں گے۔ وہ ایک مہینے کے بعد بنک سے جا کر گنے کی قیمت وصول کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! انڈیا سے سبزیاں دھڑا دھڑ import ہو رہی ہیں۔ جب زراعت کی قیمت بہتر ہوتی ہے، جب کسان کی لاگت پوری ہوتی ہے اور اس کو کچھ تھوڑا منافع نظر آنے لگتا ہے تو پھر ایک دم ٹیلیفون پر LC کھل جاتی ہے۔ یہاں سے آرڈر چلا جاتا ہے اور صبح واہگہ بارڈر پر پتا چلتا ہے کہ ٹماٹر کے پانچ سو ٹرک آ گئے ہیں، پیاز کے چار سو ٹرک آ گئے ہیں، لہسن اور ادرک کے دو سو ٹرک آ گئے ہیں۔ ان چیزوں کے مارکیٹ میں اس طرح آنے سے ہمارا پنجاب جو food basket سمجھا جاتا تھا جو پورے ملک کو اناج اور سبزیاں فراہم کرتا تھا آج اس سنٹرل پنجاب کے اندر بھی مسلسل غیر ملکی ٹماٹر، پیاز اور باقی سبزیاں آ رہی ہیں۔ یہ ہمارے زرعی شعبے کو تباہ کرنے کی بہت بڑی سازش ہے لہٰذا اس پر چیک ہونا چاہئے کیونکہ اس طرح مادر پدر LCs کھول کر یہاں غریب کاشتکار کو بالکل اٹھنے نہیں دیا جا رہا ہے۔ پھر وہی آڑھتی سرمایہ دار کیونکہ مڈل مین جس کے پاس پیسا ہے وہ ہوشیاری کے ساتھ اب بھی یہاں کروڑوں اربوں کا بزنس کر رہا ہے لیکن غریب کاشتکار کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب کے اندر ایگریکلچر سیکٹر میں ہمارا کاشتکار ہر سال تقریباً 250۔ارب روپے کا ڈیزل استعمال کرتا ہے اور یہاں حکومت ڈیزل پر 40 فیصد بھتہ لے رہی ہے۔ یعنی عالمی منڈی میں ڈیزل 25 روپیہ فی لیٹر ملتا ہے اور یہاں پر حکومت 75 روپے فی لیٹر دے رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ اس کو بھتہ خوری کہا جا سکتا ہے کہ آپ ایک چیز سستی لے کر اپنے ہی عوام کو مزید سستی دینے کی بجائے مہنگی فراہم کر رہے ہیں۔ ابھی وزیر موصوف نے بتایا کہ افغانستان، روس اور دوسرے ممالک کے اندر آلو کی export شروع ہو گئی ہے۔ آلو کے کاشتکار تو خودکشیوں پر مجبور ہیں۔ یہ

export اگر چند دن میں ہو گئی ہے تو ہمیں نہیں پتا کیا ہو گا لیکن آج سے دو تین ہفتے پہلے میں خود دیپالپور، قصور اور کنگن پور کی طرف گیا ہوں وہاں لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے پچھلے سال کے آلو سٹوروں میں ہیں ہم ان کا کرایہ دینے کے قابل نہیں ہیں جتنے کا آلو ہے اس سے زیادہ سٹور کا کرایہ ہے۔ اس دفعہ ہم نے اپنی فصل کھیتوں کے اندر ہی رہنے دی ہے کیونکہ ہمیں کوئی ریٹ نہیں مل رہا اور ہمارے اخراجات بھی پورے نہیں ہو رہے ہیں۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے۔ یہاں priorities کی بات ہو رہی ہے کہ حکومت کے نزدیک priority کیا ہے؟ میں آپ کے سامنے ایک لیٹر دکھا رہا ہوں جو میں نے پہلے بھی یہاں پر اس ایوان میں لہرایا تھا اور آج پھر اس کو دکھا رہا ہوں۔ یہ اربوں روپے کی رقم جو ایگریکلچر سیکٹر کے اندر رکھی تھی اس کو withdraw کر لیا گیا ہے وہ surrender کر کے اورنج ٹرین پر لگائی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! یہ میں پڑھتا ہوں Promotion of agricultural mechanization in Punjab یہ 300 ملین رقم surrender کر لی گئی ہے۔ Extension service میں farmer facilitation چودہ سو ملین ہے یعنی ایک ارب چالیس کروڑ روپے کو بھی withdraw کر لیا گیا ہے اور پھر water course efficiency بڑھانے کے لئے 800 ملین کو surrender کر لیا گیا۔ یہ پی اینڈ ڈی کا لیٹر ہے جو میں آپ کو دکھا رہا ہوں۔ اس میں مزید اور چیزیں بھی ہیں۔ اس میں پینے کا صاف پانی ہے، graveyard ہے اور ہسپتال کے بھی معاملات ہیں لیکن میں صرف ایگریکلچر کے حوالے سے یہ بتا رہا ہوں کہ یہ جو اربوں روپے کسانوں کی بہتری یا ایگریکلچر کی بہتری کے لئے حکومت نے رکھے تھے وہ surrender ہو کر اورنج ٹرین کی طرف آ رہے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کی زراعت کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں اپنی بات کو wind up کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ یہ جو 340۔ارب روپیہ کسان package کا اتنا شور مچا تھا انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 12۔ارب روپے کی خطیر رقم اس کی publicity پر لگی ہے۔ آج پنجاب کی کسی گلی میں چلے جائیں چھوٹی سی چھوٹی چیز پر بھی میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی تصویریں لگی ہوئی ہیں، یہ تصویروں کی بھی توہین ہو رہی ہے۔ یہ 12۔ارب روپیہ جو اس ملک کے مزدور، ملک کے محنت کش، اس ملک کے ٹیکس گزار لوگوں کا پیسا ہے اور یہ 12۔ارب روپے کسان package کے اشتہارات پر لگا رہے ہیں یہ ہمارے لئے انتہائی شرم کا مقام ہے لہٰذا اس کی باز پرس ہونی چاہئے۔ یہ 12۔ارب روپیہ شاید 1200 کسانوں اور ان کے خاندانوں کی حالت کو بہتر کر سکتا تھا۔ انہوں نے جو کہا ہے کہ ہم چاول کے کاشتکاروں کو 5000/- روپیہ فی ایکڑ سبسڈی دیں گے تو یہ اونٹ کے منہ میں زیرے کے برابر ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو زبوں حالی اس وقت پنجاب کے اندر کاشتکاروں کی ہے اور وہ جن بدترین حالات کا شکار ہیں، جس سے مجبور ہو کر وہ آئے دن احتجاج کرتے ہیں اور پھر وہ احتجاج کرنے جا رہے ہیں تو میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ایوان کے اندر ایک پارلیمانی کمیٹی بنائیں جس میں اپوزیشن کے بھی ایک دو کسان نمائندے شامل ہوں، ٹریژری بنچوں کے نمائندے شامل ہوں اور ایک دو زرعی ماہرین کو شامل کریں۔ یہ لوگ سر جوڑ کر بیٹھیں اور کسانوں کے مسائل کا حل نکالیں۔ اب ایڈہاک ازم سے بات نہیں چلے گی۔ پچھلے کئی سالوں سے اس پر حکومت کی طرف سے کوئی ایک سنجیدہ کوشش نظر نہیں آئی۔ کسان ایک دلدل سے نکلتا ہے تو وہ دوسری گہری کھائی اور دلدل میں جا پھنستا ہے تو میری آپ سے گزارش ہے کہ اس طرح کی ایک پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے اور اس کو ٹائم دیں جو کسانوں اور زراعت کے مجموعی مسائل کو دیکھے تاکہ آئندہ آنے والے بجٹ میں ہم اس پر کوئی plan دیں سکیں اور کوئی ایسی تجویز دے سکیں جس سے ہمارے کاشتکار بھائیوں کی حالت بہتر ہو سکے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ آپ کی ایگرکلچر پر سٹینڈنگ کمیٹی ہے۔

جناب محمد صدیق خان: جناب سپیکر! اس پر Steering Committee بنائیں جو کاشتکاروں کے مسائل کا حل نکالے، سٹینڈنگ کمیٹی تو پہلے سے موجود ہے---

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر!---

جناب سپیکر: جی، ایک ادھر سے لے لیتے ہیں پھر آپ کو بھی باری دیتے ہیں۔ چودھری محمد اقبال!

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر بات کرنے کی اجازت دی۔ قائد حزب اختلاف نے جو بڑا ڈراؤنا سا خواب پیش کیا ہے تو اس طرح کے حالات نہیں ہیں اور پنجاب کے اندر بہت زیادہ کام ہو رہا ہے۔ میں قائد حزب اختلاف سے بڑے ادب کے ساتھ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم نے بڑے بڑے crisis دیکھے، میں خود بھی زمیندار ہوں اور میں نے پاکستان میں آج تک نہیں دیکھا کہ کسی پرائم منسٹر نے اتنا بڑا package announce کیا ہو اور پانچ ہزار روپے فی ایکڑ زمیندار کو compensation دی ہو۔ آج تک پنجاب کے اندر ایسی مثال نہیں ملتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس کے علاوہ 100 روپے فی بیگ fertilizer پر subsidy ملی ہے اور اس طرح کا جو ڈراؤنا خواب بتایا ہے وہ ایسا نہیں ہے۔ دوسرا میں پنجاب کی contribution باقاعدہ facts and figures کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملک کی overall cotton کی production کا 83 فیصد حصہ پنجاب پیدا کرتا ہے۔ گندم 80 فیصد پنجاب پیدا کرتا ہے، باسمتی چاول پاکستان کی پوری 97 فیصد پیداوار پنجاب پیدا کرتا ہے، شوگر کین 63 فیصد پنجاب پیدا کرتا ہے، سیٹرس 95 فیصد پیدا کرتا ہے، امرود 82 فیصد پیدا کرتا ہے اور آم 63 فیصد پیدا کرتا ہے۔ اگر پنجاب میں کام نہ ہو رہا ہوں تو یہ figures کبھی نہ ہوں۔ جو کام ہونے والے ہیں میں ان پر بھی ضرور بات کروں گا لیکن جو کام ہو رہا ہے اس کو appreciate کرنا چاہئے۔ آپ ذرا دیکھیں! پنجاب میں experts نے باسمتی رائس کی biological potential 65 percent per bond فی ایکڑ بتائی ہے جس میں ہمارے progressive farmers 45 percent فی ایکڑ پیدا وار لے رہے ہیں اور average farmers 32 percent لے رہے ہیں۔ پیڈی کے حوالے سے experts نے potential amount 90 فی ایکڑ بیان کی ہے لیکن اس میں progressive farmers 75 percent پیداوار لے رہے ہیں اور average farmers بھی 55 فیصد پیداوار لے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ wheat کے حوالے سے ماہرین نے potential 73 percent بیان کی ہے لیکن progressive farmers 55 percent پیداوار لے رہے ہیں اور average farmers 35 percent per amount فی ایکڑ پیداوار لے رہے ہیں، maize کی پیداوار 70 من فی ایکڑ progressive farmers لے رہے ہیں اور 57 فیصد پیداوار average farmers لے رہا ہے، اسی طرح شوگر کین 1100 فی من فی ایکڑ progressive farmers لے رہے ہیں اور average farmers 581 من فی ایکڑ پیداوار لے رہا ہے۔ یہ پیداوار پنجاب کے اندر ہو رہی ہے تو کسی کاوشوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اس میں محکمہ ایگریکلچر کی بھرپور کاوشیں شامل ہیں اور یونیورسٹی میں ریسرچ بھی شامل ہے۔

جناب سپیکر! دوسری طرف چیلنجز بھی درپیش ہیں۔ پنجاب کے اندر فصلوں کو climatic change اتنی زیادہ effect کر رہی ہے کہ اس سے بہت سارے چیلنجز پیدا ہو گئے ہیں۔ بعض اوقات بے وقت کی بارشیں ہو جاتیں ہیں اور بعض اوقات اس قسم کی climate changes نے بڑا اثر کیا ہے جس کی وجہ سے پیداوار تھوڑی سی کم ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ soil constraints ہیں مثال کے طور پر تھور کلر نے زمین کو بڑا تباہ کیا ہے اور اس پر کاوشیں ہو رہی ہیں۔ Water constraint بعض

اوقات 70 فیصد پانی ٹیوب ویل سے نکلتا ہے اور وہ بھی کلر اور تھور پھیلانے میں مدد کرتا ہے وہ بھی کوئی help نہیں کرتا کیونکہ نہری پانی کم ہے اور زمیندار زیادہ تر پانی ٹیوب ویل کا استعمال کرتا ہیں جس سے کلر اور تھور میں اضافہ ہو رہا ہے اسی وجہ سے پیداوار میں تھوڑی سی کمی آئی ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب ایگریکلچر GDP میں 21 percent contribute کرتا ہے اور ایگریکلچر کے اندر 45 فیصد لیبرز کی کھپت ہو رہی ہے۔ ایگریکلچر ایک ایسا شعبہ ہے کہ اس میں majority of the population directly and in directly کے ساتھ connected ہے۔ اگر یہ flourish کرے گا تو آپ دیکھیں گے کہ بہتر حالات پیدا ہوں گے، لوگوں کو روزگار بھی ملے اور ملک اپنے پاؤں پر کھڑا بھی ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کو تھوڑا سا پیداوار بڑھانے کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ Late sowing بھی پیداوار کو کم کرتی ہے اور ہماری بد قسمتی ہے کہ گندم جب باسمتی کے بعد کاشت ہوتی ہے تو تھوڑی late ہو جاتی ہے۔ اس حوالے سے پرانے زمیندار کہتے تھے کہ اگر ایک دن بھی late ہو جائے تو ایک من کا فرق پڑتا ہے یعنی ایک من پیداوار کم ہو جاتی ہے اور یہ بھی کم پیداوار ہونے کا ایک سبب ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پرانے طریق کار بھی بڑا نقصان کر رہے ہیں مثلاً جب ہم چھٹا کرتے ہیں اور اگر اس کو drilling کر لی جائے تو پانچ من فی ایکڑ پیداوار میں بڑے آرام سے اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کچھ تدابیر لینے والی ہیں محکمہ زراعت نوٹ کرے اور اس پر کچھ مہربانی کرے۔ on time supply of quality inputs سے بھی فرق پڑتا ہے اور اس میں بہت ساری چیزیں آ جاتی ہیں۔ Pesticides دو نمبر ملتی ہے ہیں جس سے فصل کا نقصان ہوتا ہے اور وقت پر کیڑے کی روک تھام نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر! فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اگر آپ وقت پر sowing کروا دیں، وقت پر کھاد ڈالیں اور زمین کا test ہوتا رہے تاکہ وقت پر پتا چلے کہ اس زمین کو کون سی کھاد مفید ہو گی۔ ہمارے زمیندار ویسے اپنے طریقے سے کھاد ڈال لیتے ہیں اور ان کو پتا نہیں ہوتا کہ زمین کو کس قسم کی فاسفورس کی کمی ہے، نائٹروجن کی کمی ہے اور کون سی کھاد ڈالنی ہے۔ میں یہ وزیر زراعت سے بڑی مودبانہ عرض کروں گا کہ how know زمیندار کو دینی چاہئے کہ آپ کی زمین میں اس چیز کی کمی ہے اور اس قسم کی کھاد ڈالیں گے تو آپ کی فصل بہتر ہو گی اور آپ کی زمین بھی بہتر ہو گی۔ جپسم کا پروگرام ایک دفعہ شروع ہوا تھا اور مجھے نہیں سمجھ آئی کہ وہ کس وجہ سے بند کر دیا گیا۔ جپسم سے

soil بہتر ہو جاتا ہے اس سے فصل بھی بڑھتی ہے اور اس سے پیداوار بھی بڑھتی ہے اور کلر تھور بھی کم ہوتا ہے لہٰذا جپسم سکیم بھی دوبارہ شروع کی جائے تاکہ بہتر حالات پیدا ہوں۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ جب1992 میں مسلم لیگ(ن) کی حکومت تھی تو ایک سال کے اندر 11.20 ملین کاٹن کی bales پیدا ہوئیں تھی اس میں کیا تھا؟ایک تو اس میں جپسم کی provision تھی اور حکومت نے laser leveling کرائی تھی کیونکہ اگر laser leveling ہو جائے تو زمین برابر ہو گی، پانی بھی کم خرچ ہو گا اور پیداوار بھی بڑے گی۔

جناب سپیکر! میں اپنے دوست وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس قسم کے اقدامات اٹھائیں، تو انشاء اللہ حالات بہتر ہو جائیں گے۔ میں تھوڑی سی اور بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ Water courses پر پنجاب میں بہت کام ہوا تھا،ایک تو ان کو پکا کیا گیا تھا جس کی وجہ سے پانی کی بچت بھی ہوئی اور فصل بھی بہتر ہوئی۔اس کے علاوہ ایک sprinkler subsidy دی گئی تھی اسے دوبارہ شروع کیا جائے کیونکہ اس سے پانی کی بچت اور فصل بھی بہتر ہوتی ہے۔ باہر کے ملکوں میں جہاں پر پانی کی کمی ہے وہاں پر اسی سسٹم کو اپنایا گیا ہے،یواےای یعنی متحدہ عرب امارات میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ وہ اس سے کھجوریں اور دوسری فصلیں حاصل کر رہے ہیں کیونکہ اس طریق کار سے پانی کم استعمال ہوتا ہے۔اس کے علاوہ جہاں تک productivity enhancement کا تعلق ہے اس پر بھی اگر تھوڑی سی توجہ کی جائے تو گندم کی فی ایکڑ پیداوار بڑھ جائے گی۔اس وقت گندم ایک کروڑ سات لاکھ ایکڑ رقبہ پر بوئی جاتی ہے۔اگر آپ فی ایکڑ پیدوار ایک من بھی بڑھا لیں تو اس سے آپ خود سوچیں کتنا فرق پڑ جائے گا؟اس سے تقریباً 22 بلین روپے کا monetary benefit ہو جاتا ہے یعنی 22۔ارب روپے کا فرق پڑ جائے گا،اس سے پاکستانی معیشت بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے گی۔اسی طرح اس وقت 70 فیصد گندم چھٹے کی بنیاد پر کاشت کی جاتی ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ چھٹے کی بجائے اس کو drilling پر convert کر دیا جائے تو اس سے بھی بہت زیادہ فرق پڑ جائے گا۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ نائٹروجن کھاد اور فاسفورس کھاد کی مقدار زمین کی ضرورت کے مطابق ڈالی جائے،اس سے بھی فصلوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گا۔ پچھلے سال جو فصل ہوئی تھی اس میں بہت زیادہ مسئلہ جو درپیش آیا تھا وہ قیمتوں کا آیا تھا۔یہ ایک انتہائی اہم معاملہ ہے اس پر میں آپ سے دو منٹ اور لوں گا۔ میں خود بھی چونکہ paddy کا کاشتکار ہوں۔ پچھلے سال paddy کا اتنا بُرا حال ہوا ہے کہ کاشتکار کو اس کی آدھی قیمت بھی نہیں مل سکی۔اس

سلسلے میں اپنے فاضل منسٹر دوست سے گزارش کروں گا کہ آپ کوئی ایسی کمیٹی بنائیں جو ان معاملات کو دیکھے۔ اگر ہم اس معاملے پر بات کریں تو وزیر موصوف یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں pricing کا کام نہیں کر سکتا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ کس نے کرنا ہے ہماری حکومت ہے، اس وقت تو وفاق میں بھی ہماری حکومت ہے اور صوبے میں بھی ہماری حکومت ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ایسی کوئی کمیٹی بنائیں جس میں کامرس کے نمائندے بھی ہوں تاکہ اس کی ایکسپورٹ اور امپورٹ کو بہتر کیا جا سکے۔ اگر چاول ایکسپورٹ نہیں ہوگا تو پھر پیسے کہاں سے آئیں گے، کاشتکار کو کہاں سے پیسے دیئے جائیں گے؟ اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ اس معاملے پر ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں کامرس کے نمائندے بھی شامل ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں آپ کو بتا رہا تھا کہ timely decision کئے جائیں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ چاول، گنا اور کپاس، ان تین فصلوں پر اگر پوری توجہ کی جائے تو ملک کی معاشی حالت بھی تبدیل ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! salinity اور water logging پر بھی کام ہونے والا ہے۔ اس وقت کوئی 41 لاکھ ایکڑ رقبہ جو ہے پنجاب میں بنجر پڑا ہوا ہے جس پر کوئی کام نہیں ہو رہا۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس 41 لاکھ ایکڑ رقبہ پر کام کر کے بڑی آسانی سے اس کو آباد کیا جا سکتا ہے۔ پانی کی کمی کو دور کیا جا سکتا ہے، کھادیں استعمال ہو سکتی ہیں، سیم اور تھور کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت 41 لاکھ ایکڑ رقبہ جو ضائع پڑا ہوا ہے اس کو utilize کیا جائے تو اس سے ملک کی حالت انشاء اللہ اقوام عالم میں سب سے بہتر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! وزیر موصوف سے میں گزارش کروں گا کہ میری بات کو غور سے سن لیا جائے۔ میں نے تھوڑا سا حساب کتاب بھی نکالا ہے کہ 6.8 ملین ایکڑ اس وقت salinity سے متاثر ہوا ہے۔ اس پر اگر 6 ہزار روپے فی ایکڑ خرچ کیا جائے تو بڑا اچھا رزلٹ آئے گا۔ پاکستان میں جپسم بڑی سستی ہے اور وافر مقدار میں پڑی ہوئی ہے، اس کو اگر استعمال کیا جائے تو اس سے فرق کیا پڑے گا؟ اس سے کم از کم 25 ہزار روپے کا زمیندار کو فائدہ پہنچے گا، یعنی چھ ہزار روپے فی ایکڑ خرچ کرنے سے 25 ہزار روپے کا فائدہ پہنچے گا اس لئے جپسم کی جو سکیم ہے اس کو دوبارہ revive کیا جائے۔ آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ شکریہ

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے تو آپ کو ابھی floor نہیں دیا، ہر چیز کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! چودھری صاحب نے تو مجھ سے بھی زیادہ ڈراؤنا خواب دکھایا ہے۔

جناب سپیکر: جناب کرم الٰہی بندیال!

جناب کرم الٰہی بندیال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! ہماری طرف بھی نظر کرم کریں۔

جناب سپیکر: نمبر تو آپ ہی کا ہے لیکن قاضی صاحب بھی تیار بیٹھے ہیں۔

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! پہلی دفعہ کوئی گورنمنٹ ایسی آئی ہے جس نے کھیت سے منڈیوں تک سڑکیں بنائی ہیں اور اس کے علاوہ زرعی package بھی دیا ہے، گرین ٹریکٹر سکیم دی اور اس کے علاوہ بہت ساری ایسی چیزیں جو زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ جہلم اور خوشاب کے لئے جلال پور نہر کا ایک منصوبہ آ رہا ہے، اس کے لئے بھی فنڈز رکھے گئے ہیں۔ اس پر ہم گورنمنٹ کو appreciate کرتے ہیں، اس کے علاوہ ہمارے ڈسٹرکٹ کے کچھ مسائل بھی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ مسائل پر بات نہ کریں آپ کسان کی بہتری کے لئے تجاویز دیں۔

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! یہ بھی میں کسان کی بہتری کی بات کر رہا ہوں۔ اس وقت یہاں پر جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں وہ maximum کسان ہیں اور جو کسان نہیں بھی ہیں تو کسانوں کی ساری چیزیں ان کے پاس شہروں میں آ رہی ہیں۔ دودھ، دہی، فروٹ یعنی ہر چیز ان کے پاس آ رہی ہے۔ میرے حلقہ میں اور ملک محمد وارث کلو کے حلقہ میں سیم کا اس وقت بہت مسئلہ ہے۔ اس کے لئے پہلے ایک سکارپ سکیم آئی تھی جس کی وجہ سے 71 ٹربائنیں لگی تھیں، وہ ٹربائنیں تو سکارپ چلا نہ سکا اور وہ چوری ہو گئیں البتہ ڈرین وہاں پر اب بھی موجود ہے۔ اس کے لئے ہماری وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ محکمہ نہر کو اس میں involve کر کے وہاں پر جو مٹھا ٹوانہ ڈرین ہے اس کی دوبارہ سے remodeling کی جائے۔ اس کے علاوہ میانوالی اور خوشاب کے کسانوں کو بجلی پر سبسڈی دی جائے۔ ماشاء اللہ اس وقت پنجاب

میں اس پر بہت کام ہو رہا ہے سبسڈی میٹرو پر مل رہی ہے، باقی سکیموں پر بھی مل رہی ہے لیکن بجلی جو پہلے۔۔۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے معزز ممبران نے نعرہ ہائے تحسین پیش کیا)

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! میں کوئی غلط بات کر گیا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ بس چلیں کوئی بات نہیں غلط نہیں ہے۔

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! بجلی پر سبسڈی تو پنجاب حکومت نے پہلے رکھی ہوئی تھی جو آج کل نہیں مل رہی۔ ہمارا پانی تقریباً چھ سو فٹ نیچے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! خیر تے ہے، میں تے تہاڈے واسطے کچھ منگ رہیاں۔

جناب سپیکر: جی، جی آپ فرمائیں!

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! انہوں نے خود تو کچھ کیا نہیں اب میں ان کے لئے پنجاب گورنمنٹ سے گزارش کر رہا ہوں کہ ہمیں بھی میانوالی میں بجلی کے لئے سبسڈی چاہئے۔ اس کے علاوہ میری گزارش یہ ہے کہ زرعی ادویات ہیں جو زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں، ان کی جگہ جگہ دکانیں کھل گئی ہیں اس کے لئے محکمہ کی طرف سے باقاعدہ کوئی لائسنس ہونا چاہئے، جب بھی کوئی پکڑا جاتا ہے تو اس کے لیبل پر لکھا ہوتا ہے کہ اس کی قیمت -/2500 روپے ہے لیکن وہ کسان کو اڑھائی سو یا پانچ سو روپے میں فروخت کر دیتے ہیں۔ یہ سب چیزیں زمینوں کو مزید نقصان دے رہی ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میری ایک گزارش یہ ہے کہ پکے کھالوں کا سلسلہ اس وقت شروع ہے، اس میں انہوں نے ایک تھرڈ پارٹی رکھی ہوئی ہے اور یہ تھرڈ پارٹی پہلے کہتی ہے کہ وہ جو کچے کھال ہیں ان کو آپ اس طریقے سے maintain کریں وہ پکے سے زیادہ بہتر لگیں۔ اس پر زمیندار کا بہت خرچہ آ رہا ہے۔ اس کے لئے محکمہ کو چاہئے کہ پہلے پکے کھال بننے دیں، کچا کھال اپنی ضرورت کے تحت زمیندار خود بنا لے گا۔

جناب سپیکر: مہربانی، بہت شکریہ۔ جلدی کریں اور wind up کریں۔

جناب کرم الٰہی بندیال: جناب سپیکر! ہمارے تو بہت سارے مسئلے ہیں۔

جناب سپیکر: مسئلے تو سب کے بہت زیادہ ہیں، اکیلے آپ کے نہیں ہیں، سب نے بات بھی کرنی ہے۔

جناب کرم الٰہی بندیال: ٹھیک ہے۔ پاکستان زندہ باد۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ محترمہ سعدیہ سہیل رانا!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے بھائی جو یہاں پر بیٹھے ہیں یہ سب کاشتکار بھی ہیں، زمیندار بھی ہیں ان کے مقابلے کا میرے پاس علم تو نہیں ہے۔ جو کچھ میرے علم میں ہے اس سلسلے میں تجاویز ضرور دوں گی۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کے قائد حزب اختلاف نے ساری باتیں کر لی ہیں۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! پاکستان ہمارا زرعی ملک ہے اور پنجاب ہمارا food basket ہے، بد قسمتی یہ ہے کہ ہم دنیا کے دوسرے بڑے ملک ہیں لیکن کھانے پینے کی چیزیں ہم امپورٹ کرتے ہیں یعنی ہم زرعی ملک ہونے کے باوجود بھی کھانے پینے کی چیزیں امپورٹ کرتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ stage کیوں آئی ہے؟ اس کی وجہ شاید ہماری کچھ priorities بھی ہیں، اس کے علاوہ کسان کی اپنی لاگت اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ وہ سوچتا ہے کہ وہ کیا پیداوار کرے، کمائے کیا اور کھائے کیا؟ آپ خود سوچیں گنے کی کھڑی فصل کو وہ جلا دیتا ہے کیونکہ اس کو پتا ہے شوگر مل والے اس کو payment بھی نہیں کرتے اور اگر ہائی کورٹ ان کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہے تو وہ اپنی شوگر ملیں وہاں سے بند کر کے دوسرے شہروں میں transfer کر لیتے ہیں لیکن کسان کو payment نہیں ہوتی اس لئے کسان اپنے گنے کو جلانا زیادہ بہتر سمجھتا ہے بجائے اس کے کہ وہ اس کو بیچ دے۔ اسی طرح آج آلو آپ اپنے کاشتکار سے 35 روپے میں نہیں لیتے لیکن انڈیا سے 85 روپے میں منگوا لیتے ہیں۔ آج کسان کا ٹیوب ویل ڈیزل پر چلتا ہے اور ٹرانسپورٹیشن کے تمام اخراجات بھی ڈیزل پر ہیں، ڈیزل پر 89 فیصد ٹیوب ویل چلتے ہیں اگر ہم ڈیزل میں بیس روپے کم کر دیتے تب کسان کو فائدہ ہوتا۔ خان صاحب نے جو پانچ ڈیمانڈز کی ہیں ان میں ایک ڈیمانڈ یہ بھی تھی کہ ڈیزل کی قیمت میں بیس روپے کمی کی جائے تاکہ اس سے کسان کو آسانی اور سہولت میسر ہو۔ یہاں پر میرے ایک بھائی نے جنوبی پنجاب کا mention کیا تو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ جنوبی پنجاب میں 45 لاکھ ایکڑ ایسی زمین ہے جو قابل کاشت بنائی جا سکتی ہے اور اس کا ٹوٹل خرچہ 100۔ارب روپے ہے۔ ہم 27 کلومیٹر کی اورنج لائن پر تو 300۔ارب روپے خرچ کر سکتے ہیں لیکن 45 لاکھ ایکڑ زمین پر 100۔ارب روپے خرچ نہیں کر سکتے جس سے بہت ساری آبادیاں بس

جائیں گی اور بہت سارے لوگوں کو پیٹ بھر کے کھانا مل جائے گا۔ ہمیں ان چیزوں پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری priorities کیا ہیں؟

جناب سپیکر! چونکہ ہم زراعت پر چل رہے ہیں اور اس ایوان میں بھی زیادہ لوگوں کا تعلق زراعت سے ہے اس لئے میری ایک درخواست ہے کہ ہم زراعت پر ایک سپیشل کمیٹی form کریں تاکہ ہم agriculture reforms میں نئی جدت پیدا کر سکیں۔ ہم انڈیا سے موازنہ تو کرتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھیں کہ انڈیا کے کسان کو ان کی گورنمنٹ نے کتنی سہولت دی ہوئی ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں ۔اگر ہم نے پاکستان کو بچانا ہے تو پھر ہمیں آج اپنے کسان کو facilitate کرنا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! میری یہ چھوٹی چھوٹی گزارشات تھیں۔ کافی باتیں repeat ہو چکی ہیں۔ میری استدعا ہے کہ please اپنی priorities set کریں، اپنی priorities set کریں، پیسا صحیح جگہ پر لگائیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، میاں محمد رفیق صاحب! جلدی جلدی بول لیجئے گا۔

میاں محمد رفیق: بے حد شکریہ۔ جناب سپیکر! جلدی جلدی؟ کچھ تو ہمیں عرض کرنا ہی ہے۔ میں کوئی ڈراؤنا خواب دکھاتا ہوں اور نہ ہی سہانے خواب دکھاتا ہوں۔ زمینی حقائق پر بات ہوگی اور زمینی حقائق یہ ہیں کہ یہ زمین کا ٹکڑا کاشتکار کو، کسان کو، grower کو، ہاری کو جینے دیتا ہے نہ مرنے دیتا ہے، یہ زمینی حقیقت ہے۔ قائد حزب اختلاف نے مسلم لیگ (ن) کی حکومت پر سارا ملبہ ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن میں اس پر عرض کروں کہ پاکستان بننے کے بعد جتنی بھی سیاسی اور فوجی حکومتیں آئیں تمام حکومتیں کاشتکار کی کسمپرسی اور اس کے نوحہ کی ذمہ دار ہیں۔ اس کا نوحہ یہ ہے کہ:

اب تو گھبرا کر کہتے ہیں کہ مر جائیں
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں

جناب سپیکر! کاشتکار کو یہ حق دینا ہوگا۔ حکومت پیداواری اخراجات کو کنٹرول کرے اور انہیں توازن میں رکھے، اس میں کھادیں ہیں، زہریں ہیں، سپرے ہے، پانی ہے، مزدوری ہے، زمین ہے۔ یہ پیداواری اخراجات ہیں جن پر کوئی کنٹرول نہیں ہے پھر کاشتکار جو فصلیں پیدا کرتا ہے اس پر اس کو اپنی قیمت پیداواری اخراجات کی نسبت سے مقرر کرنے کا کوئی اختیار اور حق نہیں ہے۔ چودھری محمد اقبال

صاحب کی جو تجاویز ہیں میں ان کی ستائش کرتا ہوں کہ ان پر عمل کیا جائے تو پیداوار بڑھے گی لیکن بڑھی ہوئی پیداوار کا کیا ہوگا؟ پچھلے دو تین سال سے کپاس -/1800 روپے من بکی، کھل بھی -/1800 روپے کی بوری بکی، پھٹی کپاس کتھے گئی؟ اسی طرح سے جھونا 700، 800 روپے من بکا اس کی پھک 1200 روپے من بکی او ہدا چاول کتھے گیا؟ آج بھی چاول -/5500 روپے من بک رہا ہے، یہ صورتحال ہے۔ جب تک ہم پیداواری اخراجات پر کنٹرول نہیں کریں گے، حکومت پیداواری اخراجات کنٹرول نہیں کرے گی، زراعت کو صنعت کا درجہ نہیں دے گی، کاشتکار کو اپنی پیداوار کی قیمتیں مقرر کرنے کا حق نہیں دیا جائے گا اس وقت تک کاشتکار خوشحال نہیں ہو سکتا تو پاکستان خوشحال نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ زراعت ریڑھ کی ہڈی ہے agro based economy ہے لیکن اگر کاشتکار گندم کاشت نہ کرے، گنا کاشت نہ کرے، کپاس کاشت نہ کرے، چاول کاشت نہ کرے، آلو کاشت نہ کرے اور دیگر سبزیاں و پھل کاشت نہ کرے اور حکومت کو ہر چیز درآمد کرنی پڑ جائے تو یہ معیشت ڈوب جائے گی، ملک ڈوب جائے گا اس لئے اس کو زندہ رکھنے کے لئے۔

جناب سپیکر: اللہ خیر کرے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اس لئے اس کو زندہ رکھنے کے لئے سوچنا ہوگا، کرنا ہوگا، اسے اپنی قیمتیں مقرر کرنے کا اختیار دینا ہوگا۔ ہندوستان میں پیداواری اخراجات میں 32 فصلوں پر support price ہے ان کی کھادوں کی قیمتیں دیکھیں، ان کے سپرے کی قیمتیں دیکھیں، وہاں ایک کھیت کا کاشتکار ہمارے آدھے مربع سے بھی زیادہ خوشحال ہے۔ ہمارے ہاں آج تک جتنی بھی سیاسی اور فوجی حکومتیں آئی ہیں ان کی trader friendly اور کاشتکار biased پالیسیاں رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کاشتکار رو رہا ہے وہ نوحہ اور غربت کا شکار ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جب تک کاشتکار کو حق نہیں دیا جائے گا تو ہماری یہ ریڑھ کی ہڈی قائم نہیں رہ سکتی اور ہم agro based ملک ہونے کے باوجود بھی ملکی خوشحالی اور معیشت کو آگے نہیں بڑھا سکتے۔ میں پھر یہ عرض کروں کہ اس میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کی کچھ پالیسیاں قابل ستائش ہیں جن میں گرین ٹریکٹر ہے جیسے کہ چوہدری اقبال صاحب نے بھی فرمایا کہ پانچ پانچ ہزار روپے کی سبسڈی بھی دی گئی ہے اس سے کچھ خوش نصیب جن کی ratio ایک فیصد بھی نہیں بنتی وہ beneficiary بنے ہیں لیکن باقی 70 فیصد آبادی جو پنجاب کی کاشتکار آبادی ہے، کسان ہے، grower ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ ان کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ ان کی کپاس، ان کی پھٹی، ان کا گنا اب گنے کا المیہ دیکھ لیں کہ گنا ڈیڑھ سال کی فصل ہے اسے ڈیڑھ سال پانی دینا ہے، کھادیں دینی ہیں سپرے کرنا ہے اور جب وہ

مل پر جاتا ہے تو مل والا کہتا ہے کہ اس کی کھوری کی کٹوتی ہو گی، سوک کی کٹوتی ہو گی پھر تول میں مار دیتا ہے اور پھر اس کی قیمت کی سالہا سال ادائیگی نہیں کرتا۔ یہ زمینی حقائق ہیں کوئی ابہام نہیں ہے، کوئی ڈراؤنا خواب نہیں ہے بلکہ سارا ملک اس پر نوحہ کناں ہے اور آج روز سڑکوں پر احتجاج ہوتے ہیں اس لئے اس پر توجہ فرمانا ہو گی۔

جناب سپیکر! میں ایوان کے اس floor پر کھڑے ہوئے آپ کے توسط سے ایوان میں موجود کاشتکاروں سے منسلک لوگوں کو گواہ بنا کر اپنا فرض پورا کر رہا ہوں کہ کسان کی دال روٹی چلے گواہ رہنا ہم اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔ بے حد شکریہ

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔ مہربانی۔ جناب محمد سبطین خان صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ نبیلہ حاکم علی خان!۔۔۔ نہیں ہیں۔ جناب احمد خان بھچر صاحب! ذرا ٹائم کا خصوصی خیال رکھیں اور اچھی تجاویز دیں۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ زراعت پر بحث کے لئے میری ہی تجویز پر ٹائم رکھا گیا ہے لیکن میں ایک احتجاج کے ساتھ ہی اپنی یہ بات شروع کروں گا کہ چونکہ آج کے دن دور دراز سے جتنے ایم پی ایز اس شعبے سے منسلک ہیں ان میں کوئی پہنچتا ہے کوئی نہیں پہنچتا اس لئے اگر اس دن کو کل یا پرسوں رکھ لیا جاتا تو بہتر debate ہوتی اس لئے میری استدعا ہے کہ اگر اس کے لئے ایک دن مزید رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہو گا چونکہ یہ زراعت ہے۔

جناب سپیکر! میں اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں نہیں پڑوں گا بلکہ میں آپ اور آپ کے توسط سے اس گورنمنٹ سے سیدھی سیدھی بات گوش گزار کروں گا کہ ایگر کلچر میں timing سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کسان کو کس وقت کیا مل رہا ہے؟

جناب سپیکر! میں گندم سے شروع کرتا ہوں۔ جب کسان کے پاس گندم تھی تو اس وقت نو سو سے ایک ہزار روپے فی من گندم فروخت ہوتی رہی اور اس وقت گندم کی قیمت ساڑھے تیرہ سو روپے فی من ہے۔ اسی طرح جب کسان کے پاس کپاس اور چاول کی فصل ہوتی ہے تو اس کی قیمت بہت کم ہوتی ہے اور یہ حالات آپ سب بخوبی جانتے ہیں۔ پنجاب میں اس وقت کسان کی حالت بہت خراب ہے۔ زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور یہ صوبہ agro based ہے۔ میرے خیال میں اس ہڈی میں اتنے زیادہ fractures ہو چکے ہیں کہ اب مزید اس کے اپریشن ممکن نہیں ہیں۔ جب تک اس

حوالے سے کوئی جامع پروگرام نہیں دیا جائے گا تو اس وقت تک پنجاب کی زراعت ترقی نہیں کر سکے گی کیونکہ اس وقت پنجاب کی زراعت بہت بُرے حالات میں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ امید کر رہا تھا کہ ہم جماعتی تعلق کو چھوڑ کر اپنی community کے حساب سے مثبت تجاویز دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہم وہی چیزیں دُہرا رہے ہیں۔ حکومتی بنچوں کے معزز ممبران کہہ رہے ہیں کہ حکومت زراعت کی بہتری کے لئے یہ اقدامات اُٹھا رہے ہیں اور ہم حزب اختلاف کے معزز ممبران کہہ رہے ہیں کہ حکومت زراعت کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کر رہی۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہماری زراعت اور ہمارے کسانوں کی حالت قابل رحم ہے۔

جناب سپیکر! میں dual taxation سے شروع کروں گا۔ حکومت نے Agriculture Tax Act,1997 میں پاس کیا تھا۔ جس کی وجہ سے کسان پہلی مرتبہ dual taxation کا شکار ہو رہا ہے۔ مجھے منسٹر صاحب بتا رہے تھے کہ ان کی Senior Member Board of Revenue (SMBR) سے اس حوالے سے میٹنگ ہوئی ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ اضلاع میں اس کی کوئی implementation نہیں ہو رہی۔ ساڑھے بارہ ایکڑ کے ایک کسان کو -/60ہزار روپے ٹیکس دینا پڑ رہا ہے اور میرا نہیں خیال کہ آج کل کے دور میں ساڑھے بارہ ایکڑ زمین رکھنے والے کسان کی -/60ہزار روپے بچت ہو گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ پیداوار زیادہ ہو رہی ہے، چاول کی پیداوار 70 من فی ایکڑ ہو رہی ہے لیکن یہ 70 من فروخت کرنے کے بعد کسان کو کیا بچتا ہے، ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ کسان کو کتنی بچت ہو رہی ہے؟ ہم صرف اسی بات پر خوش ہو رہے ہیں کہ فی ایکڑ سے 70 من مونجی کی پیداوار ہو رہی ہے لیکن اگر کسان کو اس سے -/100 روپیہ کی بچت نہیں ہو رہی تو پھر اس زیادہ پیداوار کا کیا فائدہ ہے؟ میں آپ کو calculation کر کے بتا سکتا ہوں کہ 70 من فی ایکڑ پیداوار سے موجودہ ریٹ کے مطابق کسان کو کوئی بچت نہیں ہو رہی۔ ہم ایک دوسرے کو سُہانے یا ڈراؤنے خواب دکھا رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ان سے ہٹ کر ہمیں زراعت کی بہتری کے لئے کوئی عملی اقدامات اُٹھانے ہوں گے۔

جناب سپیکر! Canal lining کے لئے پیسے رکھے گئے، ٹینڈر ہوئے لیکن بعد میں یہ ٹینڈر منسوخ کر دیئے گئے کیونکہ ابھی تک نہر کی کھدائی اور lining نہیں ہو سکی۔ فروری کے بعد تو ویسے ہی کسان کو پانی کی اتنی ضرورت نہیں رہتی تو تاخیر سے ہونے والی lining کا کسان کو کیا فائدہ ہو گا؟ اس حکومت کا پہلا سال بہتر گزرا تھا کیونکہ اس سال بیج اور زرعی ادویات کو چیک کرنے کے لئے ٹیمیں آتی تھیں۔ پچھلے سال جعلی بیج اور جعلی زرعی ادویات کا اتنا زیادہ کاروبار ہوا جو کہ ناقابل بیان ہے۔ جب

زمیندار کو دھکا لگتا ہے تو پورے سال کا لگتا ہے، وہ دنوں کا نہیں ہوتا، یہ نہیں ہوتا کہ اگر آج کا دن خراب چلا گیا ہے تو کل اس کی recovery ہو جائے گی۔ زمیندار کی جب فصل خراب ہوتی ہے تو اس کی زندگی کا ایک سال گھٹ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ کہوں گا کہ خدارا اپنی زرعی پالیسیاں تبدیل کریں اور agriculture based policies لائی جائیں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ مجھے دو منٹ مزید دے دیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں! سارے معزز ممبران نے بات کرنی ہے۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ لوں گا۔ جب تک زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہونے والی بجلی اور ڈیزل پر آپ subsidy نہیں دیں گے اس وقت تک کسان کے معاشی حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔ یہاں ایوان میں بہت سارے اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں۔ میرے پاس بھی بہت زیادہ اعداد و شمار موجود ہیں لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اعداد و شمار کی بجائے میں اپنے دل کی آواز آپ تک پہنچاؤں گا کیونکہ میں خود ایک pure کسان ہوں۔ کسان کی کمر اس وقت بجلی کے بلوں اور ڈیزل نے توڑ دی ہے۔ یہ واحد شعبہ زراعت ہے کہ ہماری فصل چھ ماہ بعد آتی ہے جبکہ بجلی کے بل ہم ہر مہینے دیتے ہیں۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب اور حکومت پاکستان سے گزارش ہے کہ کسان کی quarterly billing یا half yearly کی جائے۔ ایک دفعہ پرویز مشرف کے دور میں یہ practice ہو چکی ہے اور half yearly billing ہوئی تھی۔ چونکہ وقت کی کمی ہے اس لئے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اس وقت زراعت کا بُرا حال ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اب الحاج محمد الیاس چنیوٹی صاحب بات کریں گے۔ اس کے بعد جناب عبدالرؤف مغل، رانا منوّر حسین المعرف منوّر غوث بات کریں گے اور پھر حزب اختلاف کی طرف سے معزز ممبران بات کریں گے۔ میں نے پہلے حزب اختلاف کے دو معزز ممبران کے نام پُکارے لیکن وہ موجود نہیں تھے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! زراعت پر بحث ہو رہی ہے۔ اس وقت ہماری گنّے کی فصل چل رہی ہے۔ میں اس کے حوالے سے عرض کروں گا کہ ہمارے تیار شدہ گنّے کی ٹرالی جب سڑک کے اُوپر

اُلٹ جاتی ہے اور دو دو دن تک گنّے سڑک پر پڑے رہتے ہیں تو اس سے کسان اور وہاں سے گزرنے والے لوگوں کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔میں اس حوالے سے کئی مرتبہ توجہ دلا چکا ہوں کہ محکمہ زراعت اور محکمہ شاہرات والے ٹرالے والوں کو پابند کریں کہ وہ ایک مقررہ وزن اور پیمائش میں گنّا لے کر جائیں۔ڈیزل مہنگا ہے اور وہ بچت کے لالچ میں ڈبل لوڈ کر کے گنّا لے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ٹرالہ راستے میں ہی اُلٹ جاتا ہے اور دو دو دن تک مرمت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔خصوصاً سردی کے موسم میں جب دُھند ہوتی ہے اور راستے میں ٹرالہ اُلٹا ہوا ہوتا ہے، آنے جانے والوں کو پتا نہیں چلتا تو اس کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ ان کو کسی وزن یا پیمائش کا پابند کیا جائے۔میں نے کئی مرتبہ ساؤتھ افریقہ کی مثال دی ہے کہ وہاں کے ٹرالوں نے اپنی باڑیاں بنائی ہوئی ہیں اور ٹرالے کے اندر ہی گنّے کو رکھا جاتا ہے اور وہ سڑک کے اُوپر پھیلا ہوا نہیں ہوتا۔اگر اس کے لئے کوئی قانون سازی کر دی جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر!اس وقت آلو کی فصل تباہ حال ہے۔میں اس فصل کے اخراجات کے figures آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ٹھیکہ کی مد میں فی ایکڑ 22ہزار روپے،زمین کی تیاری میں 8ہزار روپے، کھاد ڈی اے پی اور پوٹاش 14ہزار روپے، کھاد نائٹروجن 8ہزار روپے،بیج فی ایکڑ سٹور کا کرایہ سمیت 10ہزار روپے، سپرے فی ایکڑ 5ہزار روپے، بل بجلی، ملازم مزدوری وغیرہ 6ہزار روپے، باردانہ 170روپے فی بوری تو 100بوری کے لئے 17ہزار روپے خرچ آتے ہیں۔اب ہم چنیوٹ سے آلو فیصل آباد لے کر جاتے ہیں تو 100بوری پر 6ہزار روپے اور پھر جب آلو منڈی پہنچتا ہے تو کرایہ اور کمیشن وغیرہ پر 30ہزار روپے خرچ آتے ہیں۔اس طرح ایک سو بوری آلو تیار کرنے پر ایک لاکھ روپے سے زیادہ اخراجات آتے ہیں جبکہ موجودہ حالات میں آلو کی بوری 500 یا 600روپے میں فروخت ہو رہی ہے یعنی صرف پچاس ہزار روپے سو بوری کی آمدن ہوتی ہے جبکہ اخراجات ایک لاکھ روپے سے زیادہ ہیں اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ اس وقت زمیندار سے آلو کم از کم 15روپے فی کلو کے حساب سے خریدا جائے۔باقی سبزیاں پچیس سے تیس روپے فی کلو فروخت ہو رہی ہیں جبکہ آلو پانچ روپے فی کلو فروخت ہو رہے ہیں۔میں کہوں گا کہ جیسے مونجی میں کسان کو پانچ ہزار روپے فی ایکڑ subsidy کے طور پر دیئے گئے ہیں اسی طرح آلو کی فصل میں بھی کسان کو subsidy دی جائے۔کسان کو آلو کی فصل پر فی ایکڑ 20ہزار روپے subsidy دی جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لئے ضرور قانون سازی کی جائے ورنہ کسان کے حالات بہت زیادہ خراب ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! وزیراعظم نے اعلان کیا تھا کہ کھادیں سستی کی جائیں گی۔ ایک مہینہ سستی کی گئیں اُس وقت جبکہ کسان نے اپنی فصلوں میں کھادیں ڈال لی تھیں اور اب پھر وہ مہنگی ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اب تشریف رکھیں۔ آپ اپنی باقی تجاویز تحریری طور پر منسٹر صاحب کو دے دیں۔ اب جناب عبدالروف مغل بات کریں گے۔

جناب عبدالروف مغل: جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے زراعت پر بحث کرنے کے لئے دن مختص کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس شعبہ پر بحث کے لئے دو تین دن مختص کئے جانے چاہئیں تاکہ سارے معزز ممبران اس پر اپنی رائے دے سکیں اور کوئی بہتر لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب عبدالروف مغل: جناب سپیکر! پنجاب حکومت نے جو Punjab Rural Road Development Programme شروع کر رکھا ہے جسے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اچھا پروگرام ہے جس کے تحت دیہی علاقوں میں اچھی سڑکیں میسر آئیں گی اور جن کی کم از کم چوڑائی 12 فٹ رکھی گئی ہے۔ ایک اچھی چیز اس میں جو مزید نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ راستے میں جتنے گاؤں اور دیہات آتے ہیں وہاں پر اس کو کارپٹنگ کرنے کی بجائے وہاں پر RCC Roads دیئے گئے ہیں تاکہ ان آبادیوں کے اندر اگر پانی کھڑا ہو تو وہ سڑک ضائع نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انقلابی قدم ہے جس سے کسان کو پیداوار منڈیوں تک پہنچانا آسان ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! میں اس کو appreciate کرتا ہوں کہ وزیراعظم اور وزیراعلیٰ نے 341 بلین روپے کا جو زرعی package دیا ہے اس سے ڈی اے پی کھاد پر 500 روپے فی تھیلہ سستا کیا گیا ہے جبکہ ایک فصل کے لئے کم از کم تین تھیلے یوریا کھاد کے استعمال ہوتے ہیں جس پر منڈی میں کوئی اثر نظر نہیں آیا اور یہ فائدہ آڑھتی اور ڈیلرز ہی کھا گئے اور 200 روپے فی تھیلہ کسان تک سبسڈی نہیں پہنچ سکی لہٰذا اسے چیک کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ کہ جو high efficiency drip irrigation system متعارف کرایا گیا ہے اور اس میں 50 فیصد سبسڈی دی گئی ہے تو اسے زیادہ تیزی کے ساتھ promote کیا جائے تاکہ کم پانی کے ساتھ فصل تیار ہو اور اس سے سبزیوں کو ہمہ وقت و تر کی حالت ملے گی اور اس سے پیداوار میں بہتری ہوگی۔ دوسرا پانی کا underground level زیادہ استعمال نہیں ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت دھان کے علاوہ گندم، آلو، پیاز وغیرہ کی قیمتیں انتہائی کم سطح پر ہیں اور کسان پریشان ہیں کہ ہم ان کا متبادل کیا کاشت کریں؟ اس کے لئے پنجاب حکومت کو چاہئے کہ ٹنل فارمنگ کی طرح ماڈل فارمنگ متعارف کرائے جو اپنی تحقیق کے شعبے ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے ادارے کسانوں کو راغب کریں تاکہ تمام کسان اس کو follow کریں۔ اس وقت ادرک 100 فیصد باہر سے درآمد ہو رہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ادرک، دالیں اور ایسی چیزیں جو ہمارا import bill بتا رہا ہے کہ یہ چیزیں اتنے اتنے ہزار اور لاکھ ٹن import ہو رہی ہیں، ان پر توجہ دی جائے اور وہ یہاں پر کاشت کی جائیں۔ اس سلسلے میں کسانوں کی راہنمائی کے لئے پمفلٹ اور کتابچے مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔ جی، رانا منوّر حسین المعروف رانا منوّر غوث خان!

رانا منوّر حسین المعروف رانا منوّر غوث خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ زراعت کے شعبے کو ترقی دینے کے لئے ہماری حکومت نے جو اس وقت اقدامات اٹھائے ہیں جن میں کھالہ جات اور راجباہوں کی لائننگ اور نہری پانی کی چوری کو روکا گیا ہے اور اسے ٹیل تک ensure کیا گیا ہے تاکہ ایک عام زمیندار اور کاشتکار کو پانی کی وافر سہولت میسر آ سکے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے گرین ٹریکٹر سکیم، کھاد اور بیج پر جو سپیشل سبسڈی دی ہے اور گرمیوں میں ہونے والی فصلوں پر جو نقصانات زمینداروں کو ہوئے ہیں، اس پر جو سبسڈی دی گئی ہے اس پر پنجاب حکومت خراج تحسین کے قابل ہے۔ اس سے پہلے آج تک کبھی بھی زمیندار کی حالت زار کے بارے میں سوچا نہیں گیا۔ ابھی قائد حزب اختلاف ڈراونی تقریر کر رہے تھے کہ شاید پنجاب میں سبز انقلاب کی جگہ خدانخواستہ قحط سالی ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! کسانوں کو پروموٹ کرنے کے لئے جو اقدامات حکومت پنجاب رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ماضی میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! کسان کو مضبوط کرنے کے لئے لائیو سٹاک کے شعبہ میں جو عملی اقدامات کئے گئے ہیں وہ قابل تحسین ہیں۔ ایک ایک جانور اور ایک ایک چھوٹے کسان کی رجسٹریشن کی گئی ہے جبکہ

لائیو سٹاک کے فیلڈ سٹاف نے ایک ایک جانور تک پہنچ کر اس کی ویکسینیشن کی ہے۔ اسی طرح محکمہ زراعت کے فیلڈ سٹاف کو اتنا vigilant کیا گیا ہے کہ فیلڈ اسسٹنٹ کو ایک ایک کھیت کی "وٹ" پر کھڑا کر دیا گیا ہے تاکہ وہ زمیندار کو پوری طرح سے facilitate کرے اور اس کو educate کر کے زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے کسانوں اور زمینداروں کی پوری معاونت کرے۔

جناب سپیکر! یقیناً کچھ چیزوں کی اصلاحات کی بھی ضرورت ہے۔ کسانوں کو عام کھالوں کی مد میں لائننگ کی ایک سپورٹ دی ہوئی ہے جس سے زرعی پیداوار میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، نہری پانی کی بھی بچت ہو رہی ہے اور لیزر لیول کی سہولت دینے سے عام کسانوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ جس دن محکمہ زراعت سے متعلق سوالات تھے تو میں نے آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے گزارش کی تھی اور آج بھی میں دوبارہ گزارش کر رہا ہوں کہ جو کھالہ جات پختہ کئے گئے ہیں وہ نامکمل ہیں کیونکہ کچھ کھال 70 فیصد پختہ بنائے گئے ہیں اور کچھ 50 فیصد بنائے گئے ہیں تو اس پالیسی کو review کیا جائے اور کھالوں کو 100 فیصد پختہ کیا جائے تو انشاء اللہ سبز انقلاب بالکل قریب ہے اور اس سے عام کسانوں کو فائدہ ہوگا۔ حکومت یقیناً ہر سال سبسڈی نہیں دے سکتی تو کسانوں کی فصلوں کی خریداری کے لئے ایک میکانزم بنایا جائے جس میں ہمارا چیمبر آف کامرس بھی شامل ہو، جس میں ماہرین زراعت بھی شامل ہوں اور محکمہ زراعت، محکمہ خوراک اور محکمہ لائیو سٹاک کی مکمل کوآرڈینیشن سے اس کو آگے بڑھائے تو یقیناً اگلے سال یہ crisis نہیں آئیں گے اور انشاء اللہ ہماری حکومت کو سبسڈی نہیں دینا پڑے گی۔

جناب سپیکر! جس طرح ہمارے فاضل دوستوں نے سبسڈی پر بات کی ہے کہ کسان کو ڈیزل اور بجلی پر سبسڈی دی جائے تو ہماری صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کی یہ کسان دوستی ہوگی کہ اگر کسانوں کو ڈیزل اور بجلی کی مد میں ٹیوب ویل پر خصوصی طور پر سبسڈی دی جائے یا تین مہینوں کا بل کیا جائے یا چھ مہینوں کا فصل کے آنے پر بل کیا جائے تو کسان پنجاب حکومت، وفاقی حکومت اور ہمارے قائدین کا بے حد شکریہ ادا کرے گا۔

جناب سپیکر! گنے کی رقومات کی ادائیگی میں خصوصی طور پر قانون سازی کی ضرورت ہے۔ وزیر قانون صاحب بھی تشریف فرما ہیں میری گزارش ہے کہ اس وقت جو کین کمشنر صاحب ہیں وہ بے بس ہیں، کچھ ملیں ایسی ہیں جو زمینداروں کا استحصال کر رہی ہیں۔ ان کو پکڑنے کے لئے، زمینداروں کا استحصال روکنے کے لئے اور آئندہ ان اقدامات کو مزید مضبوط کرنے کے لئے قانون سازی کی جانی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔ بہت شکریہ۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ سردار وقاص حسن مؤکل صاحب!

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں سب سے پہلے یہ بات clear کرنا چاہوں گا کہ میں اس وقت اس ایوان میں بطور پاکستانی کسان آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں اس وقت نہ پاکستان مسلم لیگ (ق) کا رکن ہوں۔۔

جناب سپیکر: آپ میرے سامنے اس وقت بطور ایم پی اے کھڑے ہیں۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! میں اس وقت کوشش کروں گا کہ میں جو بات کروں وہ منسٹر صاحب اور محکمہ کے لئے چیلنج ہو۔ اگر میں غلط بیانی کروں، exaggerate کروں تو میں اس کے لئے accountable ہوں۔ میں سب سے پہلے یہ بات کروں گا کہ میرے نقطہ نظر میں محکمہ زراعت کے fundamentals ہی ٹھیک نہیں ہیں۔ یہاں پر بات ہوتی ہے اور سب سے بڑی misconception high productivity and high yield کی ہے۔ آج سے 25 سال پہلے green revolution آیا تھا جب ٹریکٹر introduce ہوا تھا اور high yield crops آئی تھیں۔ اس کے بعد پچھلے 25 سالوں میں کوئی revolution نہیں آیا۔ یہ پاکستان کی بات نہیں ہے بلکہ میں دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ آج بھی دنیا میں 400 ملین افراد کھانا کھائے بغیر سوتے ہیں۔ اگر اتنی اعلیٰ yield ہے اور اتنی اعلیٰ productivity ہے تو پھر کیوں کوئی بھوکا سوئے؟

جناب سپیکر! میں اگلی بات کروں گا کہ سب سے اہم بات policy level کی ہے۔ یہاں پر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں چلے گئے ہیں، کھال کی بات کر رہے ہیں، بیج کی بات کر رہے ہیں، سپرے کی بات کر رہے ہیں اور قیمت کی بات کر رہے ہیں۔ حکومت کی ذمہ داری ایسی پالیسی بنانا ہے کہ جس کے اندر کسان جو سال کے بارہ مہینے دن رات محنت کرتا ہے۔ نوکری میں 9:00 بجے سے 5:00 بجے تک کام ہوتا ہے لیکن زمینداروں نے 9:00 سے 9:00 بجے تک ڈیوٹی کرنی ہوتی ہے۔ اگر یہ بات غلط ہے تو اسے ثابت کیا جائے۔ ایسا کون سا کام ہے جس کے لئے 24 گھنٹے کام کرنا ہوتا ہے۔ پانی کی وارابندی میں اگر کسی کی رات 2:00 بجے باری آتی ہے تو وہ رات 2:00 بجے کئی لے کر موگے پر کھڑا ہوتا ہے۔ اگر یہ غلط بات ہے تو مجھے چیلنج کر کے اسے غلط ثابت کیا جائے۔ اگر کسان کو اتنی محنت کرنے کے بعد، اتنی سر توڑ کوشش کرنے کے بعد اتنے پیسے بھی نہیں ملتے کہ وہ اپنے گھر والوں کے لئے نئے کپڑے بنا سکے تو یہ پالیسی کی خرابی نہیں ہے تو کس کی ہے اور اس کا جوابدہ کون ہے؟

جناب سپیکر! میں بالکل مانوں گا اور پہلے کہوں گا کہ پنجاب حکومت نے amicably scheme شروع کی جس کے اندر farm inputs کو subsidize rates پر دیا گیا۔ یہ بہت اچھی سکیم تھی کہ 50 فیصد سبسڈی دی گئی۔ میری اطلاع کے مطابق وہ سکیم بھی ختم ہو چکی ہے۔ یہ ساری چیزیں محکمہ زراعت کے under آتی ہیں۔ انہوں نے اس پر کام کرنا ہے۔

(اذان عشاء)

جناب سپیکر: جی، مؤکل صاحب!

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! پاکستان میں اس وقت 79.6 ملین ہیکٹر irrigate able یا cultivatable رقبہ ہے جس میں سے صرف 23.7 ملین یعنی 28 فیصد اس وقت کاشت کیا جا رہا ہے اور باقی ہم utilize ہی نہیں کر رہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اتنا کم کر کے بھی at least ہم نے self restrain کیا ہوا ہے۔ ہماری اس وقت 45 فیصد work force or labour force ہے جو اس شعبہ کے ساتھ منسلک ہے۔ زراعت میں بحث کی بنیاد صرف یہ ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ منسلک ہے اس کو اپنی محنت کا صلہ نہیں مل رہا۔ کیا کسان کی مت ماری گئی ہے کہ وہ سڑک پر آئے؟ اگر کسی کو اپنا حق نہیں ملے گا تو وہ سڑک پر آئے گا۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ کسان package آیا۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہوں گا کہ اگر آپ ایک فقیر کو 10 روپے پکڑا دیتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ آپ 100 روپے واپس کرو۔ کسان کے لئے ایک طرف کسان package آیا اور دوسری طرف اس پر زرعی انکم ٹیکس لگا دیا گیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ آپ یا تو یہ prove کریں کہ جو کسان لاکھوں کروڑوں کماتا ہے اور وہ سارے کا سارا اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے۔ پاکستان میں اور پنجاب میں اس وقت 64 فیصد وہ کسان ہیں جن کی 5 ایکڑ زمین کی average ہے ان چھوٹے کسانوں میں کہاں اتنی سکت ہے کہ وہ اس طرح کی چیزیں کرے۔

جناب سپیکر! یہاں پر drip irrigation کی بات ہو رہی ہے اور یہاں پر laser leveling کی بات ہو رہی ہے۔ کسان بے چارہ تو پتا نہیں ٹریکٹر بھی لے سکتا ہے یا نہیں۔ ہمیں کسان کو وہاں پر support کرنا ہے۔ حکومتی دنیا کی حکومتیں ایک روپے کا اوپر نیچے فرق ہو تو وہ اپنی انڈسٹری کو protect کرتی ہیں۔ ہمارے ہاں آلو کا بحران ہوتا ہے تو ہم import کر لیتے ہیں، ٹماٹر کا بحران ہوتا ہے تو ہم import کر لیتے ہیں اور ہمارے ہاں جس چیز کا بحران ہوتا ہے تو ہمارے پاس solution ہے کہ اس چیز کو import کر لو۔ ہمارا جو بے چارہ زمیندار یا کسان اس میں شامل ہے وہ پہلے ہی مرا ہوا ہے اس کی لاش بھی

وہاں پر نہیں ملتی۔ یہ policy matters ہیں۔ اس کے لئے ہمیں سوچنا پڑے گا کہ جب تک یہ ٹھیک نہیں ہوگا تب تک ہم نہیں کریں گے۔ یہاں پر بالکل صحیح بات ہوئی کہ medicine کے حوالے سے محکمہ صحت کے پارلیمانی سیکرٹری صاحب چھاپے مارتے ہیں کہ جہاں جہاں جعلی ادویات ہیں وہاں انہوں نے ٹیم بنا کر کام کیا۔ انہوں نے بالکل کام کیا ہوگا۔ کیا محکمہ زراعت اس طرح کی ٹیم نہیں بنا سکتا؟ آپ کے سامنے ہزاروں مثالیں ہوں گی کہ جس کا نہ نام ہے اور وہ کمپنی کھلی ہوئی ہے جو دوائیاں دے رہی ہے۔ کسان کہتا ہے کہ یہ دوائیاں سستی ہیں چلیں ان سے ہی کام چلا لیتے ہیں۔ ان سے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ یہ وہ اقدامات ہیں جو وزیر زراعت نے یا ان کے محکمہ نے کرنے ہیں۔ یہاں پر کھڑے ہو کر بات کرنے کا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ ان چیزوں کو consider کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے request کروں گا کہ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو تجاویز دے اور آنے والے بجٹ میں ان تجاویز کو شامل کیا جائے تاکہ آنے والے سال میں کسان کو کوئی تو سہولت ملے۔

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر wind up کرتے ہوئے دو تین باتیں اور کروں گا اور یہ باتیں بھی میں پوری ذمہ داری سے کروں گا۔ اس وقت کراچی میں یوریا کھاد کی قیمت 1300 روپے ہے لیکن یہاں پر 2000 روپے میں بک رہی ہے۔ ٹیکسٹائل سیکٹر کے لئے 3 روپے فی یونٹ کی کمی کا نوٹیفکیشن آ چکا ہے۔ کیا ایک ٹیوب ویل والا ایک ٹیکسٹائل مل مالک کا مقابلہ کرے گا۔ اس کے پاس پہننے کے لئے جوتا نہیں ہے اور کپڑے نہیں ہیں۔ وہ مانگ تانگ کر گزارا کرتا ہے۔ مجھے آپ کو یا اس ایوان کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کسان اپنا پورا life وہ بے شک تین ماہ کی فصل ہو یا چھ ماہ کی ہو یا ایک سال کی ہو وہ اپنا پورا کاروبار زندگی ادھار پر رکھتا ہے۔ کس کسان کی مت ماری گئی ہے کہ وہ ادھار لے کر اپنا life چلائے۔

جناب سپیکر! اگر ٹیکسٹائل سیکٹر کے ساتھ ہو سکتا ہے تو ایگریکلچر سیکٹر کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتا؟ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ میں GDP کی 21 percent contribution ہے، اس GDP کی contribution میں سے half Agriculture Sector کی ہے جبکہ کسان تو ختم ہو گیا اور اگر کسی کو 3 روپے یونٹ کی سبسڈی دینی ہے تو ٹیکسٹائل سیکٹر کو دینی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔۔۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں کچھ اور بات کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: کتنے منٹ ہو گئے ہیں؟ دیکھیں! یہ اچھی بات نہیں ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! کیا میں جو بات کر رہا ہوں وہ غلط کر رہا ہوں؟

جناب سپیکر: جی، میں کب کہتا ہوں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، اگر غلط کہتے تو میں آپ کو بولنے دیتا؟

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں آخر میں صرف دو تین باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! ایسی policies بنائی جائیں، ایسے عمل کئے جائیں، ٹھیک ہے جی، بطور اپوزیشن میں نے پہلے بھی کہہ دیا کہ میں اس وقت بطور اپوزیشن ممبر نہیں بلکہ بطور کسان کھڑا ہوں، request صرف اتنی سی ہے کہ حکومت چار پانچ چھوٹے چھوٹے اقدامات بھی کر لے۔ میں بتانے کو بھی تیار ہوں بلکہ بتائے بھی ہیں کہ وہ اقدامات کر لے۔ اس کے اندر کسان کا فائدہ ہونا ہے، پاکستان کے شہریوں کا فائدہ ہونا ہے اور پاکستان کی زراعت کا فائدہ ہونا ہے۔ سعودی عرب اور مڈل ایسٹ جو ریگستان ہیں وہ ساری چیزیں export کر رہے ہیں جبکہ ہمارے کسان بھی تو انسان ہیں۔ میں بالکل یہ کہنے کو تیار ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف اس کے اندر اقدامات کریں، ہماری support نہ بھی لیں، سفارشات نہ بھی لیں لیکن کچھ کریں تو سہی، جب تک ڈیموکریسی کے ہاتھ میں بات ہے، جب ایک انسان کو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ ہوتا کیا ہے، فصل اگتی کیسے ہے، محنت کیسے ہوتی ہے اور پانی کہاں سے آتا ہے تو وہاں پر ہو گا کیا؟ یہ ایک مثال ہے کہ پاکستان کے اندر سب سے اچھا نہری نظام ہے۔

جناب سپیکر! میں اب آخری بات کروں گا کہ پاکستان کے اندر سب سے اچھا نہری نظام ہے۔ اس وقت ورلڈ بنک کی یہ رپورٹ ہے کہ آنے والے وقتوں میں پاکستان کے اندر پانی کا قحط ہو گا۔ اس وقت ہم اپنا سارا surface water استعمال کر رہے ہیں اس لئے آنے والے وقتوں میں 30 فیصد ہمیں اور پانی چاہئے ہو گا۔ آپ نے اس کی prevention اس وقت کرنی ہے کہ جب پانی پینے کو نہیں ملے گا؟ پچھلے دو سالوں سے سیلاب آ رہا ہے لیکن ہم نے اس کے لئے کیا prevention کی ہے اس کا ہمیں نہیں پتا اور اس ایوان کو نہیں پتا؟ میری آپ سے یہی request ہے کہ اب وہ وقت ہے کہ ہم صرف one page agenda پر کام کریں کہ کسان کی افسردہ حالت کو کیسے بہتر کرنا ہے؟

جناب سپیکر: جی بہتر، بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔ شاباش۔

قواعد کی معطلی کی تحریک وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان اور قائد حزب اختلاف میاں محمود الرشید میڈیا ہاؤسز پر حملوں کی مذمت کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے کے لئے تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں، محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

قواعد کی معطلی کی تحریک

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ تحریک مشترکہ طور پر اپوزیشن اور ٹریژری بنچز کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے جس طرح کہ پہلے لیڈر آف دی اپوزیشن اور میری آپ کی وساطت سے بات ہوئی تھی۔

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے میڈیا ہاؤسز پر حملوں کی مذمت کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے میڈیا ہاؤسز پر حملوں کی مذمت کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

کوئی اس کو oppose تو نہیں کر رہا؟

معزز ممبران: نہیں، نہیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے میڈیا ہاؤسز پر حملوں کی مذمت کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

قرارداد

جناب سپیکر: محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔

پاکستان میں میڈیا ہاؤسز پر حملوں کی شدید مزمت

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان پاکستانی پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کو دہشت گردی کے خلاف جاری قومی مہم میں رائے عامہ کو ہموار کرنے اور قومی عزم کی بھرپور تائید و حمایت کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ میڈیا ہاؤسز اور ان سے منسلک صحافی اور دیگر عملہ کی طرف سے دی جانے والی قربانیوں اور شہادتوں کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ میڈیا ہاؤسز پر حالیہ حملوں جس میں 7۔فروری 2016 کو سٹی "42" اور اس سے پہلے دیگر چینلز جن میں دنیا، جیو، دن اور اے آر وائی پر فائرنگ اور کریکر حملوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ یہ ایوان میڈیا سے متعلقہ تمام افراد اور صحافیوں کو ان کے اظہار رائے پر کسی بھی منفی انداز میں اثر انداز ہونے اور ان کو پیشہ وارانہ ذمہ داریوں سے روکنے کی تمام کوششوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے اور یہ قرار دیتا ہے کہ میڈیا کی آزادی ایک جمہوری معاشرہ کے لئے بنیادی ضرورت ہے۔ یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صحافی اور میڈیا ہاؤسز کی سکیورٹی کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان پاکستانی پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کو دہشت گردی کے خلاف جاری قومی مہم میں رائے عامہ کو ہموار کرنے اور قومی عزم کی بھرپور تائید و حمایت کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ میڈیا ہاؤسز اور ان سے منسلک صحافی اور دیگر عملہ کی طرف سے دی جانے والی قربانیوں اور شہادتوں کو خراج

عقیدت پیش کرتا ہے۔ میڈیا ہاؤسز پر حالیہ حملوں جس میں 7۔فروری 2016 کو سٹی "42" اور اس سے پہلے دیگر چینلز جن میں دنیا، جیو، دن اور اے آر وائی پر فائرنگ اور کریکر حملوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ یہ ایوان میڈیا سے متعلقہ تمام افراد اور صحافیوں کو ان کے اظہار رائے پر کسی بھی منفی انداز میں اثر انداز ہونے اور ان کو پیشہ وارانہ ذمہ داریوں سے روکنے کی تمام کوششوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے اور یہ قرار دیتا ہے کہ میڈیا کی آزادی ایک جمہوری معاشرہ کے لئے بنیادی ضرورت ہے۔ یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صحافی اور میڈیا ہاؤسز کی سکیورٹی کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔"

اس کو کسی نے oppose نہیں کیا۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان پاکستانی پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کو دہشت گردی کے خلاف جاری قومی مہم میں رائے عامہ کو ہموار کرنے اور قومی عزم کی بھرپور تائید و حمایت کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ میڈیا ہاؤسز اور ان سے منسلک صحافی اور دیگر عملہ کی طرف سے دی جانے والی قربانیوں اور شہادتوں کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ میڈیا ہاؤسز پر حالیہ حملوں جس میں 7۔فروری 2016 کو سٹی "42" اور اس سے پہلے دیگر چینلز جن میں دنیا، جیو، دن اور اے آر وائی پر فائرنگ اور کریکر حملوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ یہ ایوان میڈیا سے متعلقہ تمام افراد اور صحافیوں کو ان کے اظہار رائے پر کسی بھی منفی انداز میں اثر انداز ہونے اور ان کو پیشہ وارانہ ذمہ داریوں سے روکنے کی تمام کوششوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے اور یہ قرار دیتا ہے کہ میڈیا کی آزادی ایک جمہوری معاشرہ کے لئے بنیادی ضرورت ہے۔ یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صحافی اور میڈیا ہاؤسز کی سکیورٹی کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، ذوالفقار علی خان صاحب!

زراعت پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ذوالفقار علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! شکریہ۔بلاشبہ زراعت ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور ہمیں فوڈ سکیورٹی بھی فراہم کرتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حکومت پنجاب اور وفاقی حکومت کی طرف سے مختلف سبسڈیز اور مراعات کے باوجود ہمیں آج یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ ہم کسان کو وہ کچھ نہیں دے سکے جو اس کے لئے ہمیں کرنا چاہئے تھا۔کسان کی حالت ویسی کی ویسی ہے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے میری تجویز یہ ہے کہ اس کے لئے جو محکمہ زراعت، اریگیشن، لائیوسٹاک ہے اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ میرے ذاتی تجربہ کے مطابق یہ محکمے اس طرح سے کام نہیں کر رہے جس طرح سے ان کو کام کرنا چاہئے۔جس طرح سے ان کو کسان کو ہر شعبہ کے اندر assist کرنا چاہئے وہ نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر! آج سے اگر ہم تیس چالیس سال پہلے 60 کی دہائی میں دیکھیں تو یہی ہماری زراعت ترقی کر رہی تھی۔ہماری ریسرچ، لیب، مارکیٹنگ اور ہر چیز بہتر تھی لیکن آج دیکھیں تو تمام محکمے کسان کی خاطر خواہ مدد نہیں کر رہے۔جب تک ہم cost of production کم نہیں کریں گے اُس وقت تک ہم اس ملک میں سستی روٹی فراہم کر سکتے ہیں اور نہ ہی دنیا میں export میں اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔میں آپ کو مثال دوں گا کہ اس وقت چینی پر ڈیڑھ سو ڈالر subsidy دینے کے باوجود بھی ہماری چینی باہر بک نہیں پا رہی اور گندم پر subsidy دینے کے باوجود دنیا کی مارکیٹ میں اِس وقت مقابلہ نہیں کر رہی لہٰذا ہمیں cost of production کو کم کرنا ہوگا۔میں نے بجٹ میں بھی یہ تجویز دی تھی کہ کسان کو بھی ایک کاروباری آدمی سمجھ کر سولر پمپ دیا جائے اور اس کی ماہانہ قسط ٹیوب ویل کے بل کے مطابق کر دی جائے۔کھاد پر بلاشبہ وزیراعظم کی طرف سے ایک اچھا package دیا گیا لیکن اس طرح کے packages کو باقاعدہ monitor ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے جس کی نگرانی ضروری ہے۔ہم کسان کی yield بڑھادیں اور اسے جتنی بھی مراعات دے دیں لیکن جب تک مارکیٹنگ بہتر نہیں ہوگی تو اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ فصل پیدا کرتا ہے تو جب تک اُس کی فصل نہیں بکے گی تو اس کا اُس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا لہٰذا ہمیں مارکیٹنگ کے اوپر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اس کے ساتھ ہی گندم، مکئی، آلو اور دیگر فصلوں کی جب تک ہم agro based industry نہیں لگاتے اور انڈسٹری کو پانچ سال کے لئے taxes سے exempt نہیں کرتے تب تک اس کی product

نہیں آئے گی۔ ہم آلو کی بات کرتے ہیں تو دنیا میں آلو کی بائیس products ہیں اسی طرح مکئی کی بائیس products ہیں تو جب تک اس کے متعلقہ agro based industry نہیں لگے گی تب تک زراعت ترقی نہیں کر سکے گی۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ پاکستان دنیا میں حلال فوڈ کے حوالے سے سب سے بڑی مارکیٹ ہوتا لیکن ہم ایسا نہیں کر سکے۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ زراعت پر ٹیکس صرف ایک ہونا چاہئے دو نہیں ہونے چاہئیں۔ جس طرح میرے دوستوں نے کہا کہ اس پر ایک ایگریکلچر انکم ٹیکس ہے اور دوسرا ایگریکلچر ٹیکس ہے لہٰذا صرف ایک ہی ہونا چاہئے۔ دنیا زراعت پر بیس سے پچاس سال کے لئے اپنے فوڈ سکیورٹی کے پروگرام بنا رہی ہے اور عرب ممالک بھی اس طرح کے پروگرام بنا رہے ہیں لہٰذا ہمیں بھی اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں بھی یہ تجویز دوں گا کہ آپ اس ایوان کی ایک کمیٹی بنائیں جو ان تمام معاملات کو دیکھے، اس کمیٹی کے ساتھ ماہرین بھی ہوں، تمام ممبران اسمبلی اس کمیٹی کو اپنی سفارشات بھیجیں اور زراعت کے لئے ایک comprehensive پالیسی ہمیشہ کے لئے بنائی جائے تاکہ پنجاب کی 70 فیصد آبادی جو کاشتکاری سے وابستہ ہے ہم اسے اس problem سے نکال سکیں۔ اس ملک کو اگر ہم ایگریکلچر میں ترقی دے دیں تو آپ یقین کریں کہ بہت ترقی ہو گی۔

جناب سپیکر! میں نے دبئی میں دیکھا تو وہاں انڈیا کا پیاز export ہوتا ہے جبکہ پاکستان کا وہاں پر سوائے آم یا کینو کے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ہمارے سفارت خانوں میں نمائش ہو رہی ہے جو صرف یہ دکھاتے ہیں کہ کینو سے جوس نکالا جا سکتا ہے یا کھانے کے کام آتا ہے لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ کینو سے مزید کتنی products بن سکتی ہیں اس لئے ہمیں agro based industry کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! زرعی ترقی کے ساتھ اگر میں دیہی ترقی کی بات نہیں کروں گا تو یہ ناانصافی ہو گی۔ آپ یقین کریں کہ ہمارے دیہاتوں میں تالاب اور گلیاں گندے پانی کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ اگر ہم اس طرف توجہ نہیں دیں گے تو ہم اگلے بیس سال کے لئے بیماریاں پال رہے ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ کو appreciate کرتا ہوں اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے KPR پروگرام دیا اس سے دیہی ترقی میں مدد ملے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیہی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک comprehensive programme بنایا جائے۔ یہاں پر رانا ثناء اللہ خان تشریف فرما ہیں تو

جب KPR پروگرام پر میٹنگ ہو رہی تھی تو اُس وقت پنجاب رورل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کی بات ہوئی لیکن مجھے افسوس ہے کہ بیوروکریسی کو شاید یہ نام پسند نہیں آیا جنھوں نے دوبارہ اُس کا نام پنجاب انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کر دیا حالانکہ وزیراعلیٰ نے بھی PIDA کی مخالفت کی۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جب LDA, FDA, RDA موجود ہے تو پنجاب رورل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کیوں نہیں ہے؟ ان دیہاتوں کی ترقی کے لئے ہمیں comprehensive study کر کے اسی طرح کا ڈیڑھ سو بلین کا ایک پروگرام اگلے دو تین سال کے لئے بنانا ہو گا۔ دیہاتوں کی تعلیم، صحت، سیوریج، پینے کا صاف پانی اور جتنی بھی بنیادی ضروریات ہیں اُن کو study کر کے فنڈز کے مطابق جتنا ہو سکے اُس کی طرف توجہ دینا ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، ذوالفقار علی صاحب! آپ کا بہت شکریہ۔ مناظر حسین رانجھا صاحب!

میاں مناظر حسین رانجھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع عطا کیا۔

جناب سپیکر: میرا شکریہ کس بات کا یہ تو آپ کا حق ہے جو آپ کو مل رہا ہے۔

میاں مناظر حسین رانجھا: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ بہت سارے دوستوں نے بہت قیمتی اور اچھی باتیں کی ہیں۔ میری آپ سے ایک ہی استدعا ہے کہ اس وقت 70 فیصد آبادی جو دیہاتوں میں بستی ہے وہ زبوں حال اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہی ہے اور وہ دیکھنے کے لائق ہے۔ میں ایک دیہاتی ہونے کے ناتے روزانہ اس کا مشاہدہ کرتا ہوں اور اُن لوگوں کی بات سنتا ہوں۔ ہماری حکومت دیہاتی لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لئے بہت سارے مناسب اقدامات اٹھا رہی ہے لیکن اُس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب اور ایگریکلچر منسٹر صاحب سے بھی استدعا ہو گی کہ مہربانی فرما کر زرعی امور کی بابت زراعت سے وابستہ لوگوں کے حوالے سے اس معزز ایوان کی ایک کمیٹی بنائیں جو دو ماہ کے اندر زرعی امور اور 70 فیصد آبادی جو زراعت کے ساتھ منسلک ہے اس کے مسائل، تکالیف اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل بنائے اور ایک ایسی comprehensive report ایوان کے اندر پیش کی جائے جس پر عملدرآمد کر کے زرعی پیشے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی حالت زار کو بدلا جا سکے۔ ہماری بنیاد زراعت پر ہے۔

جناب سپیکر! میں اس issue پر زیادہ لمبی تقریر نہیں کرنا چاہتا لیکن جو سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں، حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ زرعی شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ کافی مشکلات میں زندگی بسر کر رہے ہیں لہٰذا میری آپ سے، لاء منسٹر صاحب سے اور ایگریکلچر منسٹر صاحب سے یہ استدعا ہوگی کہ آپ اس ایوان کی ایک کمیٹی بنا دیں یا ایک powerful قسم کا کمیشن بنا دیں جو اپنی comprehensive report دو ماہ کے اندر پیش کرے جس سے زراعت سے وابستہ لوگوں کی حالت زار بدلنے کے لئے موقع فراہم کیا جائے۔ بڑی مہربانی

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم مناظر حسین رانجھا صاحب نے جو بات کی ہے اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس زراعت کی سٹینڈنگ کمیٹی already موجود ہے۔ ہم ہر بات میں ایک نئی چیز بنا دیتے ہیں جس کے بعد معاملہ دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ زراعت کی جو سٹینڈنگ کمیٹی ہے اُس میں جن جن لوگوں کو وہ opt کرنا چاہے اس کے لئے وہ آپ سے request کر دیں یا آپ اُن کو اختیار دے دیں لہٰذا وہ سٹینڈنگ کمیٹی آج کی بحث میں اٹھائے جانے والے تمام points پر غور و فکر کرے اور کرنے کے بعد جو رپورٹ جس کا ذکر مناظر حسین رانجھا صاحب کر رہے ہیں بالکل وہ حکومت کو گائیڈ کریں اور راہنمائی کریں۔ اس سے پہلے حکومت کئی اقدامات اٹھا رہی ہے کہ ہماری دیہی آبادی کی حالت بہتر ہو، رورل روڈ پروگرام ہے، پینے کے صاف پانی کا پروگرام اور دوسرے زراعت سے متعلقہ پروگرامز ہیں تو اگر ان کی طرف سے اس معزز ایوان کی طرف سے کوئی راہنمائی ہوگی حکومت بالکل اسے accept کرے گی لیکن معاملہ یہ ہے کہ پھر یہ رپورٹ دو ماہ میں آ جائے کیونکہ ہوتا یہ ہے کہ جب یہ معاملات کمیٹیوں کے سپرد ہوتے ہیں تو پھر کئی دفعہ پورا پورا tenure گزر جاتا ہے لیکن اس کی سفارشات نہیں آتیں۔ اگر آپ اس بات کی condition لگا دیں کہ یہ within two months کوئی ایسا پیپر، کوئی ایسی راہنمائی جس پر عمل کر کے زیادہ بہتر انداز میں دیہی آبادی کی خدمت ہو سکے تو بالکل حکومت اس کو accept کرتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی بات میں نے سن لی ہے اور جو کمیٹی already ہے اس میں جو گنجائش ہو گی ہم اس کے مطابق کر دیں گے لیکن پھر کمیٹی کو دو ماہ کے اندر اندر اپنی رپورٹ حکومت پنجاب کو پیش کرنا پڑے گی۔ جی، احمد شاہ کھگہ صاحب!

جناب احمد شاہ کھگہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! وقت کی کمی ہے اسی لئے میں پہلے اپنی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جو زمیندار کے مسائل ہیں ان کے حوالے سے یہ تجاویز حکومت وقت کو دینا چاہتا ہوں۔ ہمارے زمینداروں کا مسئلہ یہ ہے کہ ہماری لاگت کتنی آتی ہے اور فروخت کتنے میں ہوتی ہے تو اس حوالے سے میں یہ تجویز دینا چاہتا ہوں کہ جیسے رانا صاحب نے کہا اور باقی ساتھیوں نے بھی کہا کہ کمیٹی کو فعال کیا جائے اور کمیٹی یہ دیکھے کہ مثلاً اگر پچھلے سال آلو کے اوپر ایک لاکھ روپے لاگت تھی اور وہ 40ہزار روپے میں فروخت ہوا ہے تو دیکھا جائے کہ کسان نقصان میں گیا ہے۔ اسی طرح جون کی مکئی پر لاگت 60ہزار روپے ہے لیکن وہ نکلتی بے شک 100 من ہے اور جب ہم نے فروخت کی تو وہ 40ہزار روپے تھی جبکہ کسان 20ہزار میں down گیا ہے۔

جناب سپیکر! میری تجویز یہ ہے کہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے اور کریڈٹ بھی انہی کو جانا ہے کہ ایک فصل کو دیکھیں کہ لاگت کتنی ہے۔ اگر وہ لاگت 50ہزار ہے تو اس کی کسانوں کو قیمت 55ہزار روپے بھی مل جائے تو یہ کافی ہو گا مگر ہمارے ساتھ tragedy یہ ہے کہ ہم down ہو رہے ہیں بجائے خوشحالی کے تو میری یہ تجویز ہو گی یہ دیکھیں کہ پہلے کھاد، بیج اور پانی ڈال کر فی ایکڑ کتنی لاگت آتی ہے اور جب وہ توازن برابر ہو گا تو اس وقت ہم خوشحال ہوں گے۔

جناب سپیکر! میں تھوڑی سی کسان کی منظر کشی کرنا چاہتا ہوں جو کسانوں نے مجھے بتایا ہے کہ اری 9 جو تھا وہ بے شک 60 من بھی نکلا ہے لیکن اس پر لاگت 40ہزار روپے ہے اور فروخت 24ہزار روپے میں ہوا یعنی اس وقت اس کی قیمت 400روپے من تھی۔ اسی طرح باسمتی کو جب زمیندار نے فروخت کیا تو اس کی قیمت 600، 700 روپے 40 کلو گرام تھی اور جب اسے دوبارہ فروخت کیا جا رہا ہے تو وہ 1700روپے میں کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میری ناقص العقل کے مطابق اصل معاملہ تو یہی ہے کہ اس کی لاگت دیکھی جائے اور یہ حکومت وقت کا فرض ہے کہ وہ کسانوں کو ہر چیز دے بھی اور ان سے خریدے بھی۔ جب مڈل مین آ کر پڑتے ہیں تو وہ ہمیں کھا جاتے ہیں جس سے ہمارا بھی نقصان ہو رہا ہے، اگر ایک گاؤں میں ایک سو

زمیندار ہے تو 400 اس کے ساتھ مزدور بھی رہتے ہیں تو یہ ان کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ اگر ہم خوشحال ہوں گے تو زیادہ محنت کریں گے اور ہمارا ملک ترقی کرے گا۔

جناب سپیکر! میں چار فصلوں کا موازنہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس میں کسان نقصان میں گیا ہے لیکن الحمدللہ کسان اپنی زمین کو والدہ کا درجہ دیتے ہوئے پھر اس سے رجوع کرتا ہے اور ہمارا مذہب اسلام بھی ہمیں بتاتا ہے کہ کھیتی باڑی ایک عین عبادت ہے تو یہ ہمارا فرض بھی ہے لیکن میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا زمینداروں اور کاشتکاروں کے بچوں کو ایچی سن کالج اور لارنس کالج میں اگر پڑھنے کا حق ہے یا نہیں ؟ آپ سروے کروالیں کہ زمینداروں کے کبھی میٹرکٹ جاتے ہیں اور کبھی بچوں کی فیسیں نہیں ہوتیں تو میری یہ تجویز ہے کہ جیسے رانا صاحب نے کہا ہے کہ ٹھیک ہے بے شک یہی کمیٹی کام کرے لیکن ایک ماہ میں رپورٹ مکمل کرکے اس کا آنے والے بجٹ میں کوئی نہ کوئی ازالہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! جو کمیٹی بنائی گئی ہے اس میں منسٹر صاحبان کے ساتھ ساتھ دوسرے ممبران بھی ہوں اور اسے مکمل فورم بنا کر اختیارات بھی دیئے جائیں۔ بڑی مہربانی

جناب سپیکر: جی، ہم اسے قاعدے اور قانون کے مطابق دیکھیں گے ضرور اور انشاء اللہ کریں گے۔ میاں عرفان دولتانہ صاحب!

میاں عرفان دولتانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ گزارش یہ ہے کہ جیسے ابھی ہم محسوس کر رہے ہیں کہ اگر 2018 میں بجلی ٹھیک نہ کی تو 2018 کا الیکشن مشکل ہوگا۔ یہ چیز بالکل سامنے ہے اور اس ایوان میں تقریباً 70/60 فیصد ایم پی ایز کا تعلق زراعت سے ہے۔ ہمیں ہر صورت میں زراعت کو ٹھیک کرنا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے ابھی تک جو منصوبے آئے ہیں وہ آفرین ہیں کہ خادم اعلیٰ پنجاب پروگرام کے تحت جو roads آئے ہیں، ڈی اے پی اور یوریا کھاد پر سبسڈی دی ہے، سولر ٹیوب ویل کے علاوہ گرین ٹریکٹر اور بے شمار دیگر چیزیں آئی ہیں مگر یہ کافی نہیں ہیں تو میری یہ request ہوگی کہ آپ نے زراعت میں مقابلہ کرنا ہے تو آسٹریلیا کا کریں، آپ نے زراعت میں مقابلہ کرنا ہے تو بھارت کا کریں، آپ نے زراعت میں مقابلہ کرنا ہے تو اس ملک کا کریں جس کی زرعی پیداوار زیادہ ہے۔ وزیر زراعت بیٹھے ہیں اور سیکرٹری بھی بیٹھے ہیں تو پنجاب جس کا مطلب ہے کہ ہرا بھرا پنجاب، یہاں لوگوں کو مہربانی کرکے خوشحالی دیں۔ ہم یہاں پر 70/60 فیصد نمائندے پنجاب کی عوام کے بیٹھے ہیں اور جنوبی پنجاب پاکستان مسلم لیگ کا گڑھ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ 2018 کے الیکشن میں زراعت میں تبدیلی لا کر سیکرٹری زراعت اور وزیر زراعت کی مدد سے رانا ثناء اللہ صاحب head بیٹھے

ہیں اور چیف منسٹر صاحب head بیٹھے ہیں تو ان کی مدد سے ہم نے تبدیلی لانی ہے اور زراعت کو اس سطح پر لے کر جانا ہے کہ ہمیں یہ فکر نہ ہو کہ پانچ ہزار روپے فی ایکڑ لوگوں کو دیں اور ہم کوئی ایسی چیز کریں کہ لوگ ایسی امید دوبارہ رکھیں کہ ہمیں اگلی فصل پر پانچ ہزار روپے فی ایکڑ ملے گا یا نہیں ملے گا۔ ہم ایسی recorded فصلیں لیں گے، ابھی وہاڑی میں 3/4 من فی ایکڑ کپاس کی پیداوار آئی ہے اور پتا نہیں کون کہتا ہے کہ 50/60 من فی ایکڑ آئی ہے۔ وہاڑی میں تین سے چار من فی ایکڑ فصل آئی ہے اور لوگوں کی زمینیں فروخت ہو گئی ہیں اور وہ بڑے مسائل میں ہیں۔ ہم نے ان کی نمائندگی کرنی ہے اور اپنی پارٹی کو اس طرح آگے لے کر جانا ہے کہ 2018 کے الیکشن ہوں یا 2023 کے الیکشن ہوں اور سارے ایوان کے اندر (ن) لیگ بیٹھی ہو اور پی ٹی آئی والے وہاں بیٹھیں جہاں ہمارے guests بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر! گزارش یہی ہے کہ (ن) لیگ میں کوئی ہو نہ ہو ہم (ن) لیگ کے ہیں اور ہماری دولتانہ فیملی (ن) لیگ میں رہے گی بے شک یہاں پر کچھ ہو جائے۔ مہربانی کر کے زراعت، زراعت اور صرف زراعت میں کوئی کمپرومائز نہیں ہے اور ہمارا آج سے مقابلہ آسٹریلیا، بھارت اور ان ممالک کے ساتھ ہے جن کے ساتھ ہم نے compete کر کے بہترین results لے کر آنے ہیں اور وزیر زراعت اور سیکرٹری زراعت کو میں ایوان کی طرف سے request کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلے میں اچھے اقدامات کریں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ملک محمد وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ:

بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

آج ہم چاہے شتر مرغ کی طرح اپنا سر ریت میں دبا لیں یہ ہماری مرضی لیکن اس وقت جو زراعت کی کسمپرسی اور زراعت کے شعبے کے ساتھ جتنے لوگ منسلک ہیں اُن کی جو حالت زار ہے اگر کوئی یہ بات کرے کہ یہ درست ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ حقائق کو face کرنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ اس میں کسی ایک حکومت کا قصور نہیں، کسی ایک کا دوش نہیں میں policies کی بات کروں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں جب شروع شروع میں 2002 کی اسمبلی میں آیا تو یہاں ایک سکیم بنا کے پورے کے پورے پنجاب میں world bank کے through جتنے ٹیوب ویل لگائے گئے تھے وہ سارے کے سارے ہمارے ایک بیوروکریٹ نے بند کروا دیئے اس لئے کہ اُن کی maintenance پر خرچہ آ رہا تھا۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ water logging اور تھُور جو ہے پورے پنجاب کو eat up کر رہی ہے اور ہم خاموش بیٹھے

ہیں ہم اُس طرف دیکھتے ہی نہیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ وہ بیوروکریٹ تو ہمارے جو بلڈوزر ہیں وہ بھی بند کروانے لگے تھے لیکن وہ بچ گئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ کروں گا کہ 2000 میں ہماری گریٹر تھل شروع ہوئی اور گریٹر تھل کوئی نیا پراجیکٹ نہیں تھا، یہ 1960 کا Indus water treaty تھا جس میں ہمارے تین دریا انڈیا کے حوالے کر دیئے گئے اُس کے بدلے میں جو پراجیکٹس ہمیں ملے اُس میں یہ گریٹر تھل بھی تھا جو نہ ہو سکا۔ یہ 2000 میں شروع ہوا اور 05-2004 میں مکمل ہو گیا آج تک ادھر ڈیپارٹمنٹ پورا موجود ہے چیف انجنیئر، ایس ای اور ایکسئین ہیں پورا ایک Paraphernalia ادھر قائم ہے میرے ساؤتھ کے اور بھی دوست بیٹھے ہیں آپ اُدھر آئیں دیکھ لیں میں ہر بجٹ تقریر میں پچھلے 6 سال سے یہ بات کرتا ہوں لیکن وہاں funding نہیں رکھی جاتی اور گریٹر تھل کی جتنی نہریں تھی، وہ تھل ایریا ہے، صحرا ہے وہ نہریں ریت سے اٹ گئی ہیں ایک طرف ادھر سیم کھار ہی ہے ادھر وہ گریٹر تھل ٹوٹل اربوں روپے کا پراجیکٹ ہے وہ ختم ہو گیا ہے۔ میں نے صرف policies identify کی ہیں یہاں جس وقت تک ہماری policies نہیں بنے گی کسان جو production کرتا ہے اُس میں حکومت کی پالیسی کسان دشمن ہیں جہاں سے کسان اپنی production شروع کرتا ہے، بجائی شروع کرتا ہے اُس میں ساری policies کسان دشمن ہے جب وہ بے چارہ اپنی فصل لے کر آتا ہے اُس کے اوپر اتنے محکمے کہیں پاسکو، کہیں فوڈ ہے، کہیں کوئی اور ہے۔ وہ زمیندار کو، کاشتکار کو گدھوں کی طرح کھانے کے لئے آجاتے ہیں اور وہاں اوپر پیسا بنایا جاتا ہے اور کہیں ٹی سی پی میں آجاتی ہے۔ حیران ہوں کہ آپ کے ہاں کئی دفعہ دیکھا ہے کہ گندم موجود ہوتی ہے، چنا موجود ہوتا ہے لیکن کراچی کا جو سیٹھ ہے وہ ٹی سی پی سے مل کر باہر کے ممالک سے گندم امپورٹ کر رہے ہوتے ہیں، چنا امپورٹ کر رہے ہوتے ہیں اپنا غلہ ادھر پڑا ہوتا ہے یہ سلوک ہمارے ملک، ہمارے کسان کے ساتھ ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! چونکہ آپ تھوڑا پریشان ہو جاتے ہیں اگر آدمی تھوڑا سا لمبا ہو جائے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو دیکھ کر پریشان نہیں ہوتا۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں صرف اتنا عرض کروں گا، میں آپ کی پریشانی کو جانتا ہوں تو بات صرف یہ ہے کہ صرف اتنا کر دیں کسان کو اور کچھ نہ دیں کسان جب production شروع کرتا ہے آپ کہتے ہیں سبسڈی میں کہتا ہوں سبسڈی مت دیں آپ صرف جو وہ کام کرتا ہے صرف اُس پر taxation نہ کریں، اُس کے ٹیوب ویل کا تیل ڈیزل ٹیکس فری کر دیں، اُس کے ٹریکٹر کا تیل ٹیکس فری کر دیں، اُس کی

کھاد پر آپ ٹیکس نہ لگائیں اور اتنا ہی کافی ہے سبسڈی آپ نہ دیں۔اس کے بعد میں آج ایک تجویز پیش کر رہا ہوں میں کہتا ہوں کہ ہمیں خدا کے لئے وہی ہماری غلہ منڈیاں لوٹا دیں،وہی ہمارے گنے کا بیلنا لوٹا دیں یہ ہم تنگ آئے عاجز آئے ان ملوں سے یہ سارے کا سارا جو آپ کا فوڈ ڈیپارٹمنٹ،آپ کا پاسکو ڈیپاٹمنٹ،آپ کا ٹی سی پی ہے یہ جتنے حکومت کے آپ نے اوپر ادارے لگا رکھیں ہیں ان کو ختم کریں ہمیں اوپن مارکیٹ کرنے دیں ہم اُس اپنی غلہ منڈی میں خوشحال تھے جب غلہ منڈیوں میں جاتے تھے لوگوں کا رزق ملتا تھا لوگ لے جاتے تھے آج حکومت کے چند functionaries وہ سارے کا سارا benefit لے جاتے ہیں۔جو آج کا دن رکھا گیا تھا یہ مختلف لوگوں کی ڈیمانڈ پر اُس وقت یہ کہا گیا تھا کہ سارے ڈیپارٹمنٹس کے سیکرٹریز کو آپ بلائیں گے اور یہ comprehensive ہوگا۔آج زراعت پر رسمی بحث نہیں ہے کہ ادھر سے بحث ہوگی اور kill ہو جائے گی اور بس ہم اپنی تعریفیں کریں گے اور اپوزیشن والے ہمارے کیڑے نکالیں گے یہ وہ نہیں ہے۔میں آج ایک تجویز دیتا ہوں خدارا یہ کمیٹی سے کام نہیں چلے گا میرے لئے محترم ہیں میرے بھائی رانا ثناء اللہ خان میں ایک تجویز یہ پیش کروں گا آپ unanimously ہمارے اس ایوان سے کیونکہ ادھر اس وقت ہو یہ رہا ہے کہ ہم قرضے لے رہے ہیں اور قرضے لے لے کر ہم اربوں ڈالر پر چلے گئے ہیں اور قرضے لے کر جب گندم کی shortage ہوتی ہے ،گندم منگوا لیتے ہیں، جس چیز کی shortage ہوتی ہے وہ منگوا لیتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ اپنی production بڑھائیں، اپنے کسان کو بچائیں تو اس لئے ہم زر مبادلہ ضائع کر رہے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ یہاں ایوان سے ایک unanimously میسج بھیجیں اور ہم وزیر اعلیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایک پارلیمانی کمیشن بنائیں جس میں ایگریکلچر والے بھی ہوں، فنانس والے بھی ہوں، فوڈ والے بھی ہوں، زراعت والے بھی ہوں، لائیو سٹاک والے بھی ہوں، ہمارے پارلیمنٹرین بھی ہوں اور اُس میں experts کو بھی ڈالیں ایک پارلیمانی کمیشن بنائیں جو زراعت کو بچا سکے۔زراعت کو بچانا صرف زمیندار کو بچانا نہیں، صرف کاشتکار کو نہیں بچانا، پورے ملک پاکستان کو بچانا ہے آپ اُن کو بچائیں گے تو آپ کی معیشت بہتر ہوگی، آپ کو باہر سے قرضہ نہیں لینا پڑے گا آپ اُس footing پر کام کریں جہاں پر جائز طریقے سے آپ کے ملک کے لئے فائدے ہوں۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، میاں محمد اسلم اقبال!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج کے اس topic کے حوالے سے کافی پوائنٹس تھے جن کو ایوان کے اندر discuss کرنا چاہتے تھے لیکن کیونکہ آپ نے ٹائم کی قدغن لگا دی ہے اُس کی بناء پر کوشش کروں گا کہ اپنی بات کو جلدی سمیٹوں۔

جناب سپیکر: بہتر تو یہی ہے کہ مجھے بولنا ہی نہ پڑے میں آپ کو ٹوکوں ہی نہ آپ اپنے ٹائم کا خیال ذرا خود کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جی، بہت بہتر۔ گزارش یہ ہے کہتے ہیں ہمارا ملک زرعی ہے اور زراعت کے اوپر اس کا سارا انحصار ہے کسی بھی سٹیٹ کے اندر تین چیزیں بنیادی طور پر اُس کی economy کو چلاتی ہیں اُس کی ایگریکلچر ہے، انڈسٹری اور کامرس ہیں تین چیزیں اُس کو drive کرتی ہیں تاکہ اُس کے مطابق معاملات کو آگے کی جانب لے جایا جائے اُن تینوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے ایک دوسرے پر dependent ہیں۔ یہاں پر دوستوں نے مختلف باتیں کیں حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی باتیں ہو رہی ہیں اپوزیشن بنچوں کی طرف سے بھی باتیں ہو رہی ہیں دیکھنا یہ ہے کہ حکومت نے زراعت کے معاملے میں جو پالیسی بنائی ہے اُس کے ثمرات اور اثرات نیچے trickledown کس طرح سے ہو رہے ہیں ایک عام آدمی تک کیا روٹی پہنچ رہی ہے ؟ کیا حکومت کی اس طرح کی پالیسی ہے کہ ایک آدمی اس ملک کے اندر جو اس ملک کا اس صوبے کا باشندہ ہے یا شہری ہے کیا وہ روٹی کھا کر سو رہا ہے ؟ ہم نے یہ دیکھنا ہے اس کے تناظر میں اگر یہ دیکھا جائے تو یہ بھی چیزیں دیکھنی ہیں کہ ہم کسانوں کو کس طرح سے facilitate کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ایسی بنیادی اشیاء ہیں جو کچن کے اندر استعمال ہوتی ہیں اور وہ دس سے بارہ ہیں۔ اگر ہم ان دس سے بارہ آئٹم کو۔۔۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! دس سے بارہ آئٹمز ایک عام آدمی اپنے کچن کے اندر استعمال کرتا ہے اگر ان آئٹمز پر حکومت تھوڑی سی توجہ دے اور ان کو subsidize کر دے اور اس انداز سے کرے کہ ایک عام آدمی اپنے گھر کے اندر اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی جو پالیسی ہے وہ یہ ہے کہ کاشتکار کو ختم کر دیا جائے، کاشتکاری کو ختم کر دیا جائے، زمینوں کے اوپر ہاؤسنگ سکیمیں بنا دی جائیں، تجارت کے حوالے سے انڈیا کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر کئے جائیں اور ہمیں انڈیا سے جو چیز

چاہیئے وہ منگوالی جائے۔آپ اس کی زندہ مثال یہ لے سکتے ہیں کہ یہاں پر جب آپ نے ایل ڈی اے کے ایکٹ کو enhance کیا، اس کی حدود کو زیادہ کیا تو آپ اس کو سانگلہ ہل سے قصور تک لے گئے۔ کیا آپ نے یہ سوچا ہے کہ لاہور جو ایک زرعی شہر ہوا کرتا تھا آج اس کے اندر زراعت نامی چیز ناپید ہو گئی ہے؟ کیا آپ یہاں پر زرعی زمینوں کے اوپر ہاؤسنگ سکیمیں بنائیں گے، کیا آپ لاہور کو اسی طرز پر بڑا کریں گے؟ یہاں پر اگر زراعت کو ختم ہی کر دیا ہے تو پھر ہم یہی سمجھیں گے کہ آپ نے پورا منصوبہ بنالیا ہے کہ صوبہ پنجاب سے زراعت کو ختم کر کے ہاؤسنگ سکیمیں بنا کر انڈیا کے ساتھ تجارت کو کرنا ہے کیونکہ حکومت کے مفادات اُدھر ہیں۔

جناب سپیکر! [*****] میں اس لحاظ سے دیکھتا ہوں کہ یہ کوئی وژن کے ساتھ کام نہیں کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: توہین آمیز الفاظ کو کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کیا آلو توہین آمیز ہے ہم روزانہ کھاتے ہیں؟

جناب سپیکر: حکومت انسانوں میں ہے اور انسانوں کی ہوتی ہے آلوؤں کی نہیں ہوتی، آپ کی مہربانی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں نے آلو طرز حکومت کہا ہے میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی مہربانی، ہم بھی ان میں شامل ہیں اور آپ بھی ان میں شامل ہیں۔ ذرا مہربانی کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! چلیں۔ ٹھیک ہے اب ہم آلو نہیں کھائیں گے۔ یہاں پر فصلوں کے بارے میں، مونجی کے بارے میں اور کسان package کے بارے میں بات کی گئی۔ پاکستان تحریک انصاف کسانوں کے معاملے میں جب سڑکوں پر آئی تو آپ کو کسان package یاد آیا، آپ نے کسان package دیا اور وہ کسان package کیا ہے۔ یہاں پر سارے کسان بیٹھے ہوئے ہیں سب جانتے ہیں۔ آپ ایک پنڈ میں دو بندوں کو کسان package دے رہے ہیں وہ بھی پٹواری متعلقہ ایم پی اے، ایم این اے یا وہاں کے کسی بااثر افراد سے پوچھے گا کہ جناب! کس آدمی کو دس ہزار روپے دینے ہیں؟ ایک پنڈ

کے اندر پچاس بندے ہیں اگر ان میں سے آپ صرف 2 کو دے رہے ہیں تو باقی 48 بندوں کا کیا معیار رکھا ،اُن کے بارے میں بھی ذرا بتا دیں کیونکہ آپ نے کسان package کے بارے میں بڑا شور ڈالا تھا؟ جب حکومت خود کاروبار زندگی کرے ،اس کا خاندان خود کاروبار زندگی کرے تو لوگوں کا تو کوئی حال نہیں رہے گا۔

جناب سپیکر! میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ پچھلے تین ہفتوں سے اس شہر کے اندر چینی کی قیمت پانچ روپے فی کلو بڑھی ہے۔ کیا بیوروکریسی کے کسی بندے نے جو صحیح معنوں میں نظام حکومت چلاتے ہیں مجھے بتا دیں کہ کسی بندے نے آواز اٹھائی ہے؟ کیونکہ حکمرانوں کی شوگر ملیں ہیں اور وہ کبھی نہیں بولیں گے۔ جب حکمران ہر قسم کا کام خود کریں گے، conflict of interest کو ignore

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کرتے ہوئے جب کاروبار زندگی خود کریں گے تو پھر یہ انسانوں کا نہیں سوچتے بلکہ اپنی اولادوں کا سوچتے ہیں۔ جب آپ اپنی اولادوں کا سوچتے ہیں تو پنجاب کی عوام نے جو آپ کو حق حکمرانی دیا ہے اس میں آپ نے بے ایمانی کی ہے، بددیانتی کی ہے۔ یہاں پر وسائل کی کمی نہیں ہے بلکہ اس صوبے کے اندر وژن کی کمی ہے۔ آپ نے سمجھ لیا ہے کہ صرف 27 کلومیٹر کے اندر مسائل ہیں، 27 کلومیٹر میٹرو بس اور 27 کلومیٹر مالٹا ٹرین کے اندر مسائل ہیں۔ پورا پنجاب بھوکا مر رہا ہے اور آپ سو رہے ہیں۔ ہسپتالوں کے اندر دوائیاں نہیں ہیں، سکولوں کے اندر بچوں کے پڑھنے کے لئے اور بیٹھنے کے لئے فرنیچر نہیں ہے آپ کس کی بات کرتے ہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ 2035 کے اندر ہم اس شہر کو دنیا کا ماڈرن ترین شہر بنائیں گے، ہمارے تاریخی ورثے کو برباد کر دیا صرف اپنے ذاتی پیٹ کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ایگریکلچر پر آئیں، ایگریکلچر پر بحث کریں۔ آپ کی مہربانی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ ایک روپے کا ترقیاتی کام سو روپے میں کروا رہے ہیں کوئی خدا کا خوف کریں، کتنے پیسے جمع کرنے ہیں؟ صرف دو گز زمین ملنی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ایگریکلچر پر بات کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ نے کسانوں کو مار دیا ہے۔ چاول کی فصل ہو، آلو کی فصل ہو یا گندم کی فصل ہو آپ نے ان کو رَول دیا ہے، وہ جھولیاں اٹھا اٹھا کر اس حکومت کے لئے بد دعائیں کر رہے ہیں۔ پورے پنجاب کا پیسا ایک سڑک کے اوپر لگایا جا رہا ہے صرف اور صرف اس لئے کہ وہاں سے

کمیشنیں آنی ہیں۔ میں یہاں صرف یہ کہوں گا کہ مہربانی کر کے جوان کی problems ہیں ابھی جناب مناظر حسین رانجھا صاحب اور دوسرے دوستوں نے بات کی ہے وہ حل کی جائیں۔ راناثناء اللہ خان نے صحیح فرمایا ہے لیکن میں تھوڑا ساcontradict کرتے ہوئے کہوں گا کہ کئی سٹینڈنگ کمیٹیاں تو ایسی ہیں جن کا ایک سال میں ایک اجلاس بھی نہیں ہوا اور پانچ سال میں بھی نہیں ہونا۔آپ ہمیں ٹرک کی بتی کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں۔ راناثناء اللہ خان پریکٹیکل آدمی ہیں، تجویز اچھی آئی ہے چلیں اس کو بیٹھ کر discuss کرتے ہیں،اس کو دیکھتے ہیں آپ تھوڑا سا اس کو empower کر دیں۔انہوں نے بات فرمائی ہے کہ اس میں بندے نکالنے ہیں نکال لیں اور جوڑالنے ہیں ڈال لیں یہ بہت اچھی بات ہے لیکن جوان کی کمیٹیوں کی suggestions آئیں گی، جوان کی recommendations آئیں گی ان کو اس اسمبلی کے اندر discuss کیا جائے۔آپ نے کوئی چیز اس اسمبلی کے اندر discuss نہیں کرنی آپ نے ماڈل ٹاؤن کے اندر discuss کرنی ہے اور اس کو implement کر دینا ہے۔یہاں پر کسی پراجیکٹ نے آنا ہی نہیں ہے۔جب دانش سکول آڈٹ کے لئے آپ کی پبلک اکاؤنٹ کمیٹی کے اندر آتا ہے تو جس طرح سے آپ اس کو پاس کرواتے ہیں مجھے پتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس حکومت پر سیاہ ترین دھبا ہے۔

جناب سپیکر: پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین آپ کے قائد حزب اختلاف ہیں۔اگلے مقرر میاں امجد علی جاوید ہیں!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔اگلی مقرر معزز ممبر گلناز شہزادی!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں طارق محمود!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔جناب احمد خان بلوچ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پبلک پراسیکیوشن (جناب احمد خان بلوچ): جناب سپیکر!آپ کا بے حد شکریہ۔ جب بھی بجٹ کی کتابیں آتی ہیں ہر ایک میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ زراعت ریڑھ کی ہڈی ہے، زراعت رگ حیات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ریڑھ کی ہڈی اور رگ حیات کے بغیر کوئی فقرہ نہیں لکھا ہوا ہوتا لیکن افسوس یہ ہے کہ اس رگ حیات اور ریڑھ کی ہڈی کی حفاظت کوئی نہیں کرتا۔ 75 فیصد آبادی کے کاشتکار، کسان بے یار و مددگار غربت کے مارے پریشان حال ہیں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ برآمدات کا وقت آتا ہے تو اس میں یہ ہے کہ 60 فیصد کاشتکار برآمدات میں حصہ لیتا ہے اور بجٹ صرف 12 فیصد ملتا ہے۔افسوس کی بات ہے کہ کم از کم برآمدات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں بجٹ تو ملنا چاہئے۔ کسی بھی زرعی ملک کا بتادیں جہاں پر زرعی ٹیکس یا زرعی انکم ٹیکس لگایا جاتا ہو؟ یہ چھوٹے چھوٹے ٹیکس تو الگ بات ہے یہ بڑا ٹیکس کسی زرعی ملک میں نہیں ہے۔ ہمارا ہمسایہ ملک انڈیا ہے وہاں دیکھ لیں کہ کھاد کی کیا پوزیشن ہے، وہاں پانی کی کیا پوزیشن ہے، وہاں کاشتکار کی کتنی حفاظت ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ

کاٹن کے کاشتکار کی جو حالت اس وقت ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر جا کر کاشتکاروں کے گھروں کی حالت دیکھیں، ان کے بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں، کاٹن ختم ہو گئی، دو، دو، چار، چار من فی ایکڑ پیداوار ہوئی اور لینے والا کوئی نہیں آیا۔ افسوس ہے کہ وہ بھی کوئی خرید نہیں کرتا اور کیوں نہیں خرید کرتا؟ وہ اس لئے نہیں کرتا کہ حکومت نے سب ٹیکسز ختم کر کے ٹیکسٹائل مل کو باہر سے روئی منگوانے کی اجازت دے دی ہے۔ اتنا ظلم کیا ہے کہ اپنی کاٹن کی پیداوار پر کسان اور کاشتکار رو رہا ہے لیکن وفاقی حکومت نے تمام ٹیکسز ختم کر کے ان کو باہر سے روئی منگوانے کی اجازت دی ہے۔ یہاں ٹیکسٹائل ملز والوں نے اپنا کوٹا پورا کر لیا ہے اور اب وہ جینرز سے کاٹن نہیں لیتے اور جینرز آگے کاشتکار سے نہیں لیتا۔ اب کاشتکار کہاں جائے اور کیسے گزارہ کرے؟ اب جو سب سے خطرناک چیز نظر آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ اب گندم کی فصل آنے والی ہے اور گندم کی حالت یہ ہے کہ یہاں لاکھوں من گندم گوداموں میں پڑی ہے۔ یہ وفاقی حکومت کی کہیں یا کس کی کہیں یا پالیسی بنانے والوں کی کہیں کہ ان کی اتنی نااہلی ہے کہ اس گندم کو ٹھکانے نہیں لگا سکی جب دو مہینے کے بعد گندم کی فصل آئے گی تو کہیں گے کہ ہمارے پاس تو پہلے والی گندم سرپلس ہے اور ہم کیسے اور کس طرح اس کو خرید کریں؟ مجھے پتا چلا ہے کہ تقریباً 6 لاکھ ٹن گندم گوداموں میں پڑی ہے۔ خدا کے لئے اس کو ٹھکانے لگائیں تاکہ اگلی فصل کے لئے پیسے آ جائیں۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ کاشتکار سے کم از کم گندم تو خرید کی جائے۔ میں آپ کے توسط سے پُرزور سفارش کرتا ہوں کہ آپ مہربانی کریں اور اس وقت تک ملک ترقی نہیں کر سکتا اور خوشحال نہیں ہو سکتا جب تک آپ کاشتکار کو خوشحال نہیں کریں گے اور اس کا خیال نہیں رکھیں گے۔ آپ ملک میں جو کچھ بھی کر لیں تو ملک اس وقت خوشحال ہو گا جب آپ کاشتکار کا صحیح معنوں میں خیال رکھیں گے۔

جناب سپیکر! میری دو چار تجاویز ہیں کہ اگر زمین کو لیول کر دیا جائے اور ہر چھوٹے کاشتکار کو لیزر لیولر دے دیا جائے اور سب معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ خدا کے لئے ہر فصل کی کاشت سے پہلے اس کی قیمت خرید اور فروخت مقرر کرے۔ اب گندم اترے گی تو اس کی قیمت مقرر ہو گی۔ حکومت گندم، کاٹن یا گنا یا کچھ اور کی قیمت فروخت پہلے مقرر کرے اور جس طرح انڈیا میں ہے کہ جتنی فصل بھی ہو وہ حکومت اٹھا لیتی ہے چاہے زیادہ ہو یا تھوڑی ہو وہ بھی حکومت اٹھا لیتی ہے اور کاشتکار کے پاس کبھی بھی فصل نہیں پڑی رہتی اور نہ ہی کاشتکار کو نقصان ہوتا ہے۔ خدا کے لئے جب تک یہ پالیسی اختیار نہیں کریں گے تو اس وقت تک حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ فصل کی جو قیمت مقرر کریں اس پر خرید بھی

کریں۔ اگر یہ چیزیں نہیں ہوں گی اور جعلی ادویات کی روک تھام نہیں ہو گی یا پانی کی کمی پوری کرنے کے لئے اقدامات نہیں کئے جائیں گے، ہم سے یہاں پر وعدہ کیا گیا تھا کہ سولر انرجی کے ٹیوب ویل دیں گے لیکن ابھی تک سولر انرجی کے ٹیوب ویل نہیں دیئے گئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پبلک پراسیکیوشن (جناب احمد خان بلوچ): جناب سپیکر! مجھے صرف ایک بات کرنے دیں پھر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ وہ میں کسان package پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ کسان package وزیر اعظم کا اتنا اچھا package تھا اور اتنا اچھا قدم تھا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ یہ کسان package آیا تھا۔ خدا کی قسم آپ کی بیوروکریسی نے آپ کے کسان package کو ناکام کر دیا ہے اور کاشتکار خوش ہونے کی بجائے گالیاں نکال رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے گھروں کی طرف بھی جلوس لے کر آتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آپ کی بڑی مہربانی، محترمہ راحیلہ خادم حسین!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پبلک پراسیکیوشن (جناب احمد خان بلوچ): جناب سپیکر! کسان package سے کاشتکاروں کو کچھ نہیں مل رہا۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پبلک پراسیکیوشن (جناب احمد خان بلوچ): جناب سپیکر! ایک اعظم کمال نامی شخص ہے وہ کروڑوں روپے کھا گیا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ میں اس پورے ایوان میں کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق کی جائے اگر ثابت نہ ہو تو میرا استعفیٰ طلب کر لیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ہم آپ سے ایسے مطالبہ نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جناب احمد خان صاحب نے بڑی اہم بات کی ہے اس پر غور کیا جائے۔

جناب سپیکر: وہ بات note ہو گئی ہے اور وہ اس کا نوٹس لیں گے۔ محترمہ راحیلہ خادم حسین!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ نگہت شیخ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، ملک احمد سعید خان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، رانا محمد ارشد!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات و ثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ مایوسی اور ناامیدی بڑا گناہ ہے، الحمد للہ یہ پاکستان بڑے

جذبے اور ذاتی کاوشوں کے بعد بنا تھا جب سے پاکستان بنا پہلے دن سے دشمن اندر اور باہر موجود تھا اور سازشیں ہوتی رہیں لیکن آج دیکھیں کہ الحمدللہ پاکستان کو بنے 68 سال ہو گئے تو پہلی دفعہ پرائم منسٹر آف پاکستان میاں محمد نواز شریف نے کسان package دیا۔ کسان package یہ نہیں کہ صرف پنجاب میں دیا بلکہ خیبر پختونخوا، سندھ اور بلوچستان میں بھی دیا کیونکہ چاروں صوبوں کو ہم اپنے ہی صوبے سمجھتے ہیں۔ یہ بلاتفریق دیا یہ نہیں کہا کہ فلاں کا تعلق کس پارٹی سے ہے جو کسان ہے وہ ہمارے لئے قابل احترام ہے اور وہ محب وطن ہے۔ پانچ ہزار روپے فی ایکڑ منجی اور کپاس کی فصل والے سب کسانوں کو ملا۔ ہاں اگر crisis میں کمی یا کوتاہی ہوئی تو اس کے لئے ہم کو اپنا اپنا role play کرنا ہوگا لیکن گزارش یہ ہے کہ جو ڈی اے پی کی بوری میں 500 روپے کمی ہوئی تو اب اس میں مزید کمی کی گئی۔ اگر نائٹروفاس میں 250 روپے کمی ہوئی تھی تو اس میں مزید کمی ہوگی۔ 30 ہزار گرین ٹریکٹر جو زمیندار کو ملا ہے اس سے 30 ہزار گھرانوں کو خوشحالی کا پیغام ملا اور 2 لاکھ روپے ایک ٹریکٹر پر subsidy ملی۔ کہنے اور کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ 2002 میں بھی کوئی حکمران آئے تھے جو پڑھا لکھا پنجاب۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کو چھوڑیں۔ اپنی بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! پنجاب کے گیت گایا کرتے تھے لیکن وہ پنجاب اور پاکستان کا ستیاناس کر کے گئے۔ آج زمیندار کو 10 روپے اور 35 پیسے فی یونٹ بجلی مل رہی ہے۔ پاکستان میں 12۔اکتوبر 1999 میں انرجی crisis نہیں تھا، کسان خوشحال تھا اور پاکستان کے اندر حالات پرامن تھے، دہشت گردی نہیں تھی اور آج الحمدللہ ضرب عضب بھی کامیابی کی طرف رواں دواں ہے اور تمام تر حالات کے باوجود کسان کو facilitate کیا جا رہا ہے۔ پنجاب کے اندر گنا 180 روپے فی من لیا جا رہا ہے۔ اسی ایوان میں چیف منسٹر نے آرڈر پاس کیا تھا کہ 180 روپے فی من گنا کسان سے لیا جائے گا کسی اور صوبے میں یہ قیمت نہیں ہے۔ الحمدللہ پنجاب کے چیف منسٹر صاحب کو یہ کریڈٹ جاتا ہے۔ 1200 روپے من گندم تھی تو 100 روپے بڑھا دی گئی اور مڈل مین کا role ختم کر دیا گیا تاکہ ہمارا کسان جو دن رات محنت کرتا ہے، اس کو ڈائریکٹ بنکوں سے پیسے دیئے گئے۔ اب بات یہ ہے کہ ان تمام تر حالات کے باوجود جو ہمارے پیٹر انجن کو 70 روپے میں پٹرول ملتا ہے اور اب ڈیزل بھی سستا ہے۔ اب الحمدللہ کسان کو facilitate کیا جا رہا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ کہنے کو تو بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ کسان کو آج تک اس سال کی 80 فیصد سے above payment ہو چکی ہے اور پچھلے سال کی

تقریباً 95 percent payment ہو چکی ہے لیکن اس کو مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے اور ہر ایک کو اپنا role play کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کہنا تو بڑا آسان ہے لیکن پنجاب کا باقی صوبوں کے ساتھ comparison کیا جائے اور اگر یہاں پر اچھے کام ہوتے ہیں تو appreciate کرنا ہے۔ سکارپ کے ٹیوب ویل کس نے بند کئے تھے؟۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! انشاء اللہ میاں محمد شہباز شریف کی قیادت میں ہم مزید اقدامات اٹھائیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔۔۔

جناب سپیکر: قاضی احمد سعید صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ہمارے colleague رانا ارشد صاحب ایک دفعہ اتوار بازار چلے گئے تو وہاں پر آم اٹھا کر پوچھنے لگے آلو کیا بھاؤ ہیں؟ (قہقہہ)

جناب سپیکر: مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں، قاضی احمد سعید صاحب!

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! شکریہ۔ علاقے کے لئے، علاقے کی ترقی کے لئے کوئی پروگرام ہو، کوئی پالیسی ہو، کوئی ڈویلپمنٹ ہو تو اس کے لئے قانون بنایا جاتا ہے لیکن یہاں پر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں پر زراعت ہو، زراعت سے وابستہ لوگوں کی کوئی پالیسی ہو، کوئی پروگرام ہو تو چند اشخاص یا ایک شخص کی انا کی خاطر پروگرام بنائے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی چیزوں سے نوازا ہے، گرمی پڑتی ہے، گلیشیئر پگھلتے ہیں، ڈیم بھر جاتے ہیں، ڈیموں سے دریاؤں میں پانی آتا ہے اور ہمارا کسان اس پانی سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہر دور حکومت میں کسانوں کا استحصال کیا گیا، کسانوں کا معاشی قتل کیا گیا، کسانوں کو ذلیل و خوار کیا گیا۔ میں آپ کو facts and figures سے ثابت کروں گا کہ قیام پاکستان کے وقت جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ 53 فیصد تھا جو اس وقت اکیس سے بائیس فیصد ہے جو کہ ایک المیہ ہے، کس طریقے سے کسان کا استحصال کیا گیا؟ زراعت سے ہمارے کئی ڈیپارٹمنٹس وابستہ ہیں، ان میں خصوصاً لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ شامل ہے۔ کسان کو اپنی فصل

کاشت کرنے کے لئے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ فصل سے پہلے اس کو آبیانہ دینا پڑتا ہے، زرعی ٹیکس دینا پڑتا ہے اور اس کے علاوہ زرعی انکم ٹیکس بھی دینا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ اس کو جعلی کھاد اور ادویات کا مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے، اس کو مہنگی کھاد، مہنگی ادویات کا مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ اپنی فصل کو کاشت کرنے کے لئے زرعی بنک سے قرضہ بھی لینا پڑتا ہے۔ جب کسان فصل تیار کر لیتا ہے تو کوئی اس کو لینے والا نہیں ہوتا۔ میں بات یہ کر رہا ہوں کہ ہمارے پاس کوئی پالیسی نہیں ہے، جب وہ فصل تیار کر لیتا ہے تو حکومت کی سرپرستی میں حکومت کے نمائندوں کی سرپرستی میں کوئی پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے ایک ایسا مافیا متحرک ہو جاتا ہے جو غریب کسان کی فصل کو اونے پونے خریدنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ پچھلی دفعہ بھی آپ نے سنا، دیکھا اور اب بھی گندم کی فصل آنے والی ہے ڈیڑھ مہینہ رہ گیا ہے اس کے بعد گندم کی فصل کاٹ لی جائے گی۔ پچھلی دفعہ بیس پچیس دن خریداری کی گئی، 15-اپریل کو کھلنے والے گندم کے مراکز 5-مئی کو کھلے اور 21-مئی تک بند بھی ہو گئے۔ وہاں خریداری مراکز میں ایسے لوگوں نے قبضہ کیا اور کسانوں سے بوریاں لے کر فروخت کیں اور کسان بے چارہ مرتا رہا۔ آپ ان کو tail تک پانی بھی نہ پہنچائیں، کوئی پالیسی بھی نہ دیں، جعلی ادویات، جعلی کھادوں کی روک تھام بھی نہ کریں تو بات پھر وہیں آ جائے گی کہ ہمارا علاقہ جنوبی پنجاب ہے۔ مجھے میٹرو بس یا اورنج ٹرین سے اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن وہ صرف اس بناء پر کہ آپ لاہور کے شہریوں کو facilitate کرنے کے لئے میٹرو پر اربوں روپے سبسڈی دے رہے ہیں اور جنوبی پنجاب میں ہمارے لوگ، ہماری عوام جہاں سے جانور پانی پیتے ہیں وہاں سے انسان پانی پی رہے ہیں۔ اس کے بعد بھی ہمارا دل گردہ ہے کہ ہم برداشت کرتے ہیں، اس لئے اورنج ٹرین پر بھی بات کرنی پڑتی ہے---

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! اگر آپ لاہور کے شہریوں کو اربوں روپے کی سبسڈی دے رہے ہیں تو پھر کھاد اور فصل سے متعلقہ چیزوں پر کسانوں کو بھی سبسڈی دیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، آپ کا بہت شکریہ۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! ہم پھر یہی کہیں گے کہ:

تیکوں گاوے کھیر پلائے اساں پیتے پانی کھارے
میڈی روحی ترسی رہ گئی تیڈے شہر کوارے

واہ تیڈے بھئی چارے، واہ تیڈے بھئی چارے

جناب سپیکر: جناب محمد انیس قریشی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب طاہر احمد سندھو صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، میاں محمد کاظم علی پیرزادہ صاحب!

میاں محمد کاظم علی پیرزادہ: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: باقی صاحبان کے لئے تو اب بات کرنا بہت مشکل ہو گا کیونکہ ٹائم بہت تھوڑا ہے۔ پیرزادہ صاحب آپ اپنی بات کریں۔

میاں محمد کاظم علی پیرزادہ: جناب سپیکر! ہمارے ساتھیوں نے اس موضوع پر کافی تفصیلی بات کر لی ہے میری تجویز تو یہ ہے کہ گندم کا سیزن آنے والا ہے۔ پچھلے سال بھی ہم نے اس ایوان میں بات کی تھی لیکن ہماری گندم کی خریداری نہیں ہو سکی تھی اور ہمارے کاشتکاروں کو پچھلی چار فصلوں کا کوئی معاوضہ نہیں ملا، چاہے کاشتکار جو بھی فصل کاشت کر رہا ہے اس کو اس کی فصل کا معاوضہ نہیں ملتا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ کاشتکار موسمی حالات اور گندے بیجوں کا بھی مقابلہ کر رہا ہے۔ ہمارا ملک اس گندم کو سفارتی ذرائع کے لئے بھی استعمال کرتا ہے اس کی خریداری کے لئے ابھی کافی وقت پڑا ہے۔ wheat procurement Centre جو اس وقت گندم سے بھرے پڑے ہیں اس کو وہاں سے اٹھوایا جائے۔ آج سے چار پانچ سال پہلے جب فصلوں کے ریٹ بڑھ گئے تھے، جب کپاس کا ریٹ چھ ہزار روپے سے بھی cross کر گیا تھا اور اسی طرح باقی فصلوں کے ریٹ بھی بڑھ گئے تھے۔ اس وقت کسی سے پوچھے بغیر inputs کے ریٹ بھی بڑھ گئے تھے لیکن آج ہماری فصلوں کے ریٹ واپس آ گئے ہیں اور ہماری جو inputs ہیں ان کے ریٹ وہیں پر کھڑے ہیں۔

جناب سپیکر! تیسری میری تجویز یہ ہے کہ جہاں پر بھی پانی کی کمی ہے وہاں پر water management کی جائے۔ میرا تعلق بہاولپور سے ہے جو کہ tail پر واقع ہے وہاں پر ہیڈوں پر پانی موجود ہوتا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ irrigation کا ٹائم ختم ہو گیا ہے اور اب بندی کا وقت آ گیا ہے۔ اس پانی کو ضائع تو کر دیا جاتا ہے لیکن کاشتکار کو فراہم نہیں کیا جاتا۔ شکریہ

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ بحث پندرہ بیس منٹ میں مکمل ہو جائے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ دیکھ لیں اگر تو پندرہ بیس منٹ میں سارے دوست بات کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ بدھ کو سرکاری کارروائی کے بعد اس بحث کو دوبارہ رکھ

لیں اور وزیر موصوف بھی اسی دن wind up کر لیں گے۔ جو معزز ممبران اس پر بات کرنا چاہتے ہیں ان سب کو ٹائم ملنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جو معزز ممبران بات کر چکے ہیں ان کو دوبارہ موقع نہیں دیا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! راناصاحب کی تجویز درست ہے۔

جناب سپیکر: جو معزز ممبران بول چکے ہیں وہ دوبارہ نہیں بولیں گے۔ بدھ کے روز سرکاری کارروائی کے بعد اس پر بحث ہو گی لیکن یہ صاحبان جن کے نام پہلے آ چکے ہیں priority ان کی ہو گی اگر اس میں کوئی اور شامل ہوں گے تو ان کے متعلق دیکھا جائے گا۔ بہر حال جو باقی بچ گئے ہیں انشاء اللہ ہم ان کو ضرور ٹائم دیں گے۔ آج کے اجلاس کا وقت ختم ہوا، اب اجلاس بروز منگل 9۔فروری 2016 صبح 10:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔